یہ کتاب اور نیز ہر قسم کی کتابیں کے - ار مہرہ لاہور سے طلب کریں

درِ مکتوم

یعنے

عالمگیر کی پیاری بیٹی زیب النسا

کی

ذہانت - شاعرانہ مذاق - مشاعروں - عشق و محبت
بیگم موصوف کی حاضر جوابیاں وغیرہ کے مستند و معتبر حالات

مولفہ

کارپردازان اُردو اخبار لاہور

جسکو

بحصول اجازت منشی رام اگر پیپر مرچنٹ

حکیم رام کشن جنرل بک مرچنٹ کٹڑہ تارکشان

لوہاری گیٹ لاہور نے

سنہ ۱۹۲۳ء میں

خردار سٹیم پریس لاہور میں باہتمام لالہ جگن ناتھ سہگل منیجر چھپا

قیمت ۔۔۔۔۔ ۱۲

عجیب کتب

رہبر گھڑیسازی۔ بازار گھڑیسازی کے متعلق جسقدر کتابیں ملسکتی ہیں۔ انتے عملی گھڑیساز نظر نہیں آتے۔ اسکا باعث یہ ہے کہ ان کتابوں کو پڑھکر آج تک کوئی بھی شخص گھڑیساز نہیں بن سکا اور نہ بن سکتا ہے۔ کیونکہ انمیں ایسے موٹے اور بے ہنگام الفاظ بھرتی کئے جاتے ہیں جنہیں ہر شخص کے لئے بیٹھنا دشوار کام ہے۔ لیکن ہم رہبر گھڑیسازی تیار کردیا ہے اسمیں تمام ہدایات بالکل عملی اور مشرح ہیں ہر میں تصاویر کئی کئی تصاویر اور نقشے دیگر نقش مضمون کو واضح کردیا گیا ہے۔ انجان انجان شخص بھی اس کتاب کو پڑھکر اس مضمون پر فایدہ لے سکتا ہے باتصویر۔ قیمت (عہ)

مجربات پیرس بال اڑانیکا اصلی صابون بنانا عرق یوڈر بنانا۔ بال عمر بھر پیدا نہونیکا عمدہ نسخہ ۵ منٹ میں بال سیاہ کرنیکا خضاب۔ دو روپیہ ہر روز کمانیکا ہنر۔ انگریزی و دیسی صابون موم بتی پنسل ربڑ کی مہریں۔ دانتوں کا منجن وغیرہ وغیرہ اور کئی مفید ہنر درج ہیں۔ جو ایک معمولی آدمی بھی سیکھکر ہزاروں روپیہ کما سکتا ہے قیمت دم ما

مکمل فوٹو گرافی اس میں کل حالات فوٹو گرافی مکمل طور پر قلمبند کئے گئے ہیں تمام ضروری سامان کا اندراج بمعہ تراکیب استعمال مفصل طور پر کیا گیا ہے۔ اس کتاب کے مطالعہ سے انجان سے انجان بھی اعلےٰ فوٹو گرافر بن سکتا ہے اور ہزاروں روپیہ کما سکتا ہے خاصکر فوٹو گرافروں کیلئے رہنمائی کا کام دیتی ہے ضرور خرید کر مفاد حاصل کریں قیمت (عہ)

روح لیلےٰ۔ ماری کوریلی کے حیرت انگیز اور درد ناک ناول کا ترجمہ منشی امجد حسین خانصاحب مرحوم نے انگریزی سے اردو میں نہایت محنت اور جانفشانی سے کیا ہے قابل دیدار اور لاثانی ترجمہ ہے۔ آپ ایکبار شروع کر دیجئے اور اخیر تک روح لیلےٰ کے پر لطف نظاروں کا قصہ ہی تمام نہیں ہوتا۔ گویا خدا کیساتھ جنگ و جدال ہے قیمت۔ (عہ)

پریکٹس آف میڈیسن یا ڈاکٹر بنو حصہ دوم اس میں ہر ایک بیماری کی تشریح انگریزی طریقہ سے کیگئی ہے اور ساتھ ہی اسکا علاج اور انگریزی نسخہ جات بھی دیئے گئے ہیں جنکی مدد سے کمپونڈر بھی کامل ڈاکٹر بن سکتا ہے مصنف نے نسخوں کی اس خوبی سے تشریح کی ہے کہ آسانی سے سمجھ سکتا ہے قیمت (عہ)

المشتہر حکیم رام کشن جنرل بک مرچنٹ کٹڑہ تارکشان لوہاری گیٹ لاہور

دیباچہ

توقع کے خلاف اس کتاب کی تیاری میں نیاز مند مولف نے دو ایک ضروری کتابوں یعنی
عقلائے سفر نامہ برنیئر وغیرہ سے استفادہ نہیں کیا۔ اس سوانح عمری کا مصالح امرو مرزا صاحب
حیرت دہلوی کی سوانح عمری زیب النساء بیگم اور منشی محمد الدین صاحب خلیق کی حیات
زیب النساء بیگم اور خان بہادر شمس العلماء مولوی محمد ذکاء اللہ صاحب کے بادشاہ نامہ
عالمگیری سے اخذ کیا گیا ہے۔ اس مختصر سوانح عمری میں مرزا حیرت صاحب کی بعض
بے سرو پا باتوں کی جو سرسری نظر پر دیکھنے سے ناقابل اعتبار ہوئیں۔ تردید کی گئی
ہے اس کے طرز بیان سے ہی دلیل کا بودا پن معلوم ہو جاتا ہے۔ گو ہم نے محض
مصلحت کے خیال سے اس سوانح عمری کو طول نہیں دیا۔ لیکن حتی الوسع اس کے
دلچسپ بنانے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا گیا۔ زیب النساء بیگم کی زندگی کے حالات
پڑھنے سے ناظرین کو خند شکر کا مزا آئیگا۔ اور امید ہے کہ وہ خاکسار مولف
کو دعائے خیر دیا کرینگے۔ اس مختصر دیباچہ کے بعد ہم در مکتوم جو اس مشہور بیگم
کی سوانح عمری کا نام تجویز کیا گیا ہے۔ باتمکن کی داد چاہتے ہیں

خاکسار

احمد الدین بی اے

ملازم دفتر اردو اخبار انارکلی لاہور

درِ مکتوم

درِ مکتوم کی وجہ تسمیہ

ناظرین عنوان مندرجہ بالا کو دیکھکر ضرور چونک اٹھینگے۔ لیکن ہم جس مشہور معروف عالمہ وشاعرہ اور باسلیقہ عورت کی زندگی کے حالات درِ مکتوم کے نام سے پبلک کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔ وہ فی الحقیقت اس توصیفی نام کی مستحق تھی۔ جو ہمنے اسکے اور اسکی سوانح عمری کے لیئے تجویز کیا ہے۔ سمندر زخار میں بہت سے پوشیدہ موتی پڑے رہتے ہیں۔ لیکن جب تک اولوالعزم انکے نکلوانے کا انتظام نہ کریں۔ ان کی آب وتاب اہل دنیا کی آنکھوں کو روشن نہیں کر سکتی۔ اسی طرح گوہر ولعل۔ زبرجد۔ نیلم پکھراج وغیرہ گوناں گوں جواہرات معدن ہائے سنگ میں چھپے رہتے ہیں۔ جب ان کانوں کو کھودا جائے۔ تو یہ بے نظیر اور درخشندہ جواہرات ظاہر ہوتے اور دیکھنے والوں کو اپنی آب وتاب اور چمک دمک سے شیدا اور از خود رفتہ بنا دیتے ہیں۔ بعض جواہرات کو بادشاہوں اور شہنشاہ کے تاجوں میں درجہ اعلیٰ حاصل ہوتا ہے۔ اور اسوقت وہ اپنی چمک دمک سے شہنشاہ وغیرہ کے بارعب چہرے کے جاہ جلال اور وجاہت کو بالا کرتے ہیں۔ مثلاً کوہ نور ہیرا جو کسی زمانہ میں علیا مہد قیصرہ وکٹوریا کے تاج پر نصب تھا۔ اور جو اس وقت قیصر معظم ایڈورڈ ہفتم کے تاج مبارک پر رونق افروز ہے۔ اسی طرح انسانی بیگریفی کے چھپے ہوئے موتی وہ لائق وفائق اور فاضل مستورات ہیں۔ جنکو رسم و رواج کی پابندی نے شاہی محلوں میں عمر بھر کے لئے پردہ میں رکھا ہے۔ گو پبلک بلکہ خواص کو بھی ان کے حسن عالم افروز کے دیدار کا موقع نہ ملا۔ لیکن انکی چمک کی بعض کرنیں شعر وسخن کی صورت میں عام وخاص تک پہنچ جاتی تھیں۔ جس سے انسان شناس جوہری پرکھ لیتے تھے۔ کہ وہ قیمتی ہیرا یا موتی جو اس کلام اور شعر وسخن کی اوٹ میں چھپا ہوا ہے۔ کس درجہ اور قیمت کا گوہر ہے اب ہم اسی تشبیہ کو زیادہ طول دینا نہیں چاہتے اور ناظرین۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

سے معاف یہ التماس کرکے اس کو ختم کر دیتے ہیں۔ کہ وہ زیب النساء بیگم کے شعر و سخن اور طرز گفتار اور کلام سے اس کی ظاہری و باطنی خوبیوں کا اندازہ کریں +

تاریخ ولادت

ہندوستان میں بہت کم ایسی عورات گذری ہیں۔ جنہوں نے اورنگ زیب عالمگیر کی بیٹی زبیدہ بیگم المعروف۔ زیب النساء بیگم کے برابر شہرت و ناموری حاصل کی ہو بلکہ نورجہان کے سوا مغلیہ خاندان میں کوئی عورت ایسی نہیں۔ جس کا نام زیب النساء بیگم کی طرح زبان خاص و عام ہو۔ یہ در مکتوم ۱۰ شوال ۱۰۴۸ء کو صبح کے چار بجے دل رس بانو بیگم دختر شاہ نواز خان صفوی کے بطن سے آغوش عاطفت میں لیٹا۔ اس ذہین اور عاقلہ بیگم کے پیدا ہونے پر محل شاہی میں خوشی منائی گئی۔ اورنگ زیب کی اولاد میں یہ سب سے بڑی تھی۔ چنانچہ ذیل کے شجرہ نسب سے اس امر کی بخوبی وضاحت ہوجائیگی۔

شجرہ نسب شہزادی زیب النساء بیگم

شاہجہان

عالمگیر

زیب النساء بیگم ۱۰۴۸ء محمد سلطان عرف معظم شاہ بہادر شاہ زیب المنساء بیگم بدالنساء بیگم اعظم شاہ مہر النساء بیگم۔ سوام نخش

زیب النساء بیگم کی بہنیں اور بھائی

اس شجرہ سے ضمناً یہ بھی معلوم ہوسکتا ہے۔ کہ زیب النساء کی چار بہنیں اور بھی تھیں۔ زینب النساء اور زبدۃ النساء بیگم۔ اس کی حقیقی اور بدر النساء بیگم سوتیلی بہنیں تھیں پانچ بھائیوں میں سے دو اعظم شاہ اور اکبر شاہ حقیقی اور باقی تینوں سوتیلے

محمد سلطان۔ معظم شاہ۔ اور کام بخش سوتیلے بھائی تھے۔ زیب النساء بیگم کے بھائیوں کے تفصیلی حالات بخوف طوالت قلم انداز کئے جاتے ہیں۔ صرف اتنا بیان کردینا کافی ہے۔ کہ نواب زیب النسا بیگم کے برخلاف اس کی تین بہنیں کتخدا تھیں۔ چنانچہ نواب زینب النسا بیگم اورنگ شاہ والئے ترکستان کی من چاہتی بیوی بنی اور سلطنت کے کاروبار میں دخیل ہوکر آخر اس نے بخارا کی عنانِ سلطنت خود سنبھال لی بدرالنسا بیگم عیس عالم شباب میں دنیا سے نامراد گئی۔ نواب زبدۃ النسا بیگم سپہ دار شکوہ پسر خورد دارا شکوہ کے ساتھ بیاہی گئی۔ لیکن یہ بھی الغتی جوانی میں رحلت کرگئی۔ نواب مہرالنسا بیگم بھی کتخدا تھی۔ جو اپنی تمام بہنوں سے تیز ہوش اور صاحب طریقت تھی۔ نواب زیب النسا بیگم کی اور اس کی ہمیشہ نوک جھوک رہتی تھی۔ اس مجمل بیان کے بعد ہم پھر اپنی ہیروائن کے حالات دلکش اور کوائف حیرت بخش کی طرف رجوع کرتے ہیں

بچپن اور تعلیم

مثل ہے۔ کہ پوت کے پاؤں پالنے میں پہچانے جاتے ہیں۔ نواب زیب النسا بیگم کی حرکات وسکنات اوائل سے ہی اس قسم کی تھیں۔ کہ محل کی ہر ایک بیگم اس پر دل و جان سے شیدا تھی۔ بیگمات اس سے حقیقی والدہ کی طرح پیار کرتی تھیں اور گھڑی دو گھڑی تک اس کو اپنے رکھکر اس کی دلکش اداؤں اور بھولی بھالی باتوں کو دیکھ کر اور سن کر خوش ہوتی تھیں۔ اور اس پر مہربان اور نثار ہوتی تھیں۔ اسکی پرورش شاہی دستور سے شروع ہوئی۔ اور اچھی اچھی شریف زادیاں اس کی خدمت کے لئے مقرر ہوئیں۔ مگر دودھ پلانے پر صرف میا بائی تھی۔ اس کی عقل خداداد اور سلیقے کا پتہ اس امر سے چل سکتا ہے۔ کہ جب اسکی عمر تین سال کی تھی۔ تو میا بائی کے پاس بیٹھی ہوئی نہایت توجہ سے قرآن شریف سنا کرتی تھی۔ اور ذرا بھی نہ اکتاتی تھی۔ میا بائی نماز و وظائف کی بڑی پابند تھی۔ اور ان میں کئی کئی گھنٹے صرف کردیتی تھی۔ مگر زیب النساء کی کیا مجال کہ رو لے یا بچوں کی طرح مچلے۔ بعض بچوں کا قاعدہ ہے۔ کہ اپنے والدین کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھکر ان کے

سامنے ہو بیٹھتے ہیں۔ یا سجدہ کے وقت پیٹھ پر سوار ہو جاتے ہیں۔ لیکن زیب النساء گرمیا بائی کی عجیب وغریب حرکات و سکنات کو ہرگز نہ سمجھتی ہوگی۔ لیکن چپ چاپ بیٹھی دیکھا اور دل بہلایا کرتی تھی۔

زیب النساء کی عمر چار سال تھی۔ کہ ملاجیون سے جو شاہی خاندان کے استاد تھے بسم اللہ شروع کرائی گئی۔ اس ناز و نعمت میں پلی ہوئی شہزادی کا ذہن اس بلا کا تھا۔ کہ اس نے صرف دو سال اور تین ماہ میں کلام مجید ختم کر لیا۔ قرآن شریف ختم ہونے پر محلوں کے اندر اور شہر میں بہت بڑا جشن منایا گیا۔ عالمگیر جیسے پابند مذہب والد کو اپنی کم سن بیٹی کی تیزی ذہن دیکھ کر بہت حیرت ہوئی۔ اور اس خوشی میں تمام فوج کی خیمہ شاہ جہان میں دعوت کی۔ یہ دعوت تیس ہزاری کے میدان میں ہوئی تھی۔ اس زمانہ میں دارالخلافہ میں ڈیڑھ لاکھ سوار ہر وقت حالت امن میں حاضر باش رہتے تھے۔ اور جنگ کے وقت تعداد میں اضافہ کر کے چار لاکھ تک بڑھا دئے جاتے تھے۔ دفاتر میں دو روز کی چھٹی دی گئی۔ اور بیشمار انعامات اور خلعتیں تقسیم ہوئیں۔ اس ہونہار لڑکی کا حافظہ بھی غضب کا ہوگا۔ کہ اس نے آٹھ سال پورے نہ ہونے پائے تھے۔ کہ قرآن شریف حفظ کر لیا۔ حافظ ہو جانیکی خوشی میں عالمگیر نے تیس ہزار اشرفیاں اس پر سے نچھاور کیں۔ اور ایسی خوشیاں منائیں جو کہ ایک عظیم الشان سلطان اور ہندوستان کا شہنشاہ منا سکتا ہے +

امراؤ مرزا صاحب حیرت دہلوی کا یہ قول معتبر معلوم نہیں ہوتا۔ کہ زیب النساء کی عربی تعلیم کے لئے ایک ضعیف شریف زادی جسکو مذہبی علوم میں بڑا درک تھا مامور کی گئی۔ کیونکہ اس زمانہ میں تعلیم نسوان کا عام چرچا نہ تھا۔ اور یہ قرین قیاس نہیں۔ کہ کوئی عورت ایسی عالمہ و فاضلہ موجود ہوگی۔ جو شہزادی کو عربی کے علوم اطمینان بخش تعلیم دے سکتی۔ گو پردہ کی پابندی کے باعث معلمہ کا رکھنا انسب تھا۔ بہرکیف مستند بات یہی ہے۔ کہ شہزادی کی اعلیٰ تعلیم کے لئے ملا سعید اشرف بن صالح عرف شاہ رستم غازی جو اُس زمانہ یگانہ تھے منتخب ہوئے۔ شہزادی نے اپنے ذہن رسا اور عقل خداداد کی بدولت اس کامل استاد سے تھوڑے عرصہ میں علم فارسی و عربی۔ اصول۔ فقہ غرضکہ اسلامی مروجہ علوم میں

کما حقہٗ استعداد اور واقفیت پیدا کرلی۔ ذہن رسا کے علاوہ شہزادی کی زبان میں اس قدر شیرینی تھی۔ کہ جب قرآن شریف پڑھتی تھی۔ تو سامعین کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو نکل پڑتے تھے۔ عالمگیر اپنی بیٹی کا وقتاً فوقتاً۔ امتحان لیا کرتا تھا۔ اور اس کو علم و فضیلت میں روز بروز زیادہ استعداد حاصل کرتے ہوئے دیکھکر خوش ہوتا۔ اور پدرانہ و خسروانہ عنایات سے تنخواہ میں ترقی کرتا تھا۔ عربی کے بعد ریاضی اور علم ہیئت کی طرف طبیعت کا میلان ہوا۔ اور بقول مرزا حیرت اس کو بھی ذہن رسا اور تیزی طبیعت سے تھوڑے عرصہ میں پورے طور پر حاصل کرلیا۔ اور سب سے زیادہ زیب النساء نے علم ہیئت کو پسند کیا۔ مرزا حیرت صاحب ہی اس عجیب اور از قیاس بیان کے ذمہ وار ہیں۔ کہ اس ذہین اور عاقلہ بیگم ہی نے اس امر ثابت کیا تھا۔ کہ جن ذروں سے زمین بنی ہوئی ہے۔ یعنی جو مادہ کہ زمین کی فطرت میں مربوط ہے۔ وہی مادہ اور اسی قسم کے ذرے آفتاب میں بھی ملے ہوئے ہیں۔ ہنوز یورپ میں بھی اس کا رواج نہیں ہوا۔ جو سولھویں صدی کے اختتام پر نواب زیب النسا بیگم نے بتایا تھا۔

ناظرین اتنا تو آپ بھی ضرور تسلیم کرینگے۔ کہ مغلوں کے خاندان کی اکثر شہزادیاں تعلیم یافتہ ہوا کرتی تھیں۔ لیکن یہ سوال اور ہے۔ کہ آیا زیب النساء کو علم ہیئت میں کہاں تک استعداد تھی۔ آیا وہ اس قسم کی رائے قائم کرسکتی تھی۔ کہ کرۂ آفتاب میں وہی مادے موجود ہیں۔ جو زمین کی ساخت میں ہیں۔ لیکن مرزا حیرت صاحب جنکو رطب و یابس ملانے کا شوق ہے۔ اس سے اچنبہ باتیں ہماری ہیروئین کی نسبت تحریر کرتے ہیں۔ قولہٗ۔ جن ستاروں کو کہ ہم آسمان پر چمکتا ہوا دیکھتے ہیں۔ زیب النساء ان کی بابت اکثر اپنی ماں بادشاہ بیگم اور کبھی کبھی اپنی استانیوں (استادوں) سے سوال کیا کرتی تھی۔ مگر اس کا شافی جواب اسے نہ ملتا تھا۔ ایک دن اس کی بوڑھی استانی جس نے اسے دینیات کا سبق دیا تھا زیب النساء اس سے دریافت کرنے لگی۔ کہ میں بوڑھی ہوں میں نے ہیئت کی کتابوں کا کبھی مطالعہ نہیں کیا۔ لیکن ہاں جانتی ہوں۔ کہ ہیئت کا علم کتنی بیش بہا واقفیت کا علم دیتا ہے۔ اس مہمل جملہ

کو بھی دیکھو۔ لیکن یہ تم مجھے بتاؤ کہ ستاروں اور زمین کا فاصلہ کتنی دوری پر ہے۔ اور آیا ان چمکتے ہوئے ستاروں میں آدمی بھی ہیں یا نہیں۔ بظاہر یہ بہت چھوٹے معلوم ہوتے ہیں۔ جس متانت اور سنجیدگی سے زیب النساء نے اس کا جواب دیا۔ وہ عظمت کے قابل ہے۔ زیب النساء بیگم کہنے لگی۔ استانی صاحب میں ٹھیک ٹھیک دوری بیان نہیں کر سکتی ہوں کہ یہ چمکتے ہوئے ستارے جو ہمیں دکھائی دیتے ہیں۔ بجائے خود دنیا ہیں۔ اور جب دنیا ہوتے یہ تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔ کہ ان میں آبادی نہ ہو۔ خدا کا کوئی کام بیکار نہیں ہے۔ صرف دنیا بنا کر چھوڑ دینا۔ اور اس میں جاندار چیزوں کا نہ ہونا عقل کے خلاف ہے۔ قطعی ان میں آبادی ہے۔ اور بیشک لوگ بستے ہیں۔ ان کا جرم ہماری دنیا سے بہت ہی بڑا ہے۔ دوری کی بابت بھی میں کچھ تحقیق نہیں کہہ سکتی ہاں یہ ظاہر ہے۔ کہ اگر ہم ایک لمحہ میں ایک لاکھ ۸۶ ہزار میل طے کریں۔ تو تین ہزار پانسو برس میں ان ستاروں تک پہنچ کر انکی حالت دریافت کر سکتے ہیں۔

بوڑھی استانی کو یہ خبر سن کر نہایت حیرت ہوئی۔ اور زیب النساء بیگم اس خیال سے کہ بڑھیا اسکی باتوں پر یقین نہیں کرتی بہت عصناک ہوئی استانی نے شہزادی سے معافی چاہی۔ اور اپنی کم سمجھی کا اعتراف کیا۔ اس کے بعد جغرافیہ کے متعلق بہت سی ایسی باتیں استانی سے چھیڑ خانی کرنے کے لئے بیان کرتی رہی جو ممکن ہے۔ کہ اس زمانہ میں معلوم ہوں۔ مثلاً شب و روز کی مختلف ممالک میں کمی بیشی۔ استانی کو اس سے بھی بہت حیرت ہوئی اور زیب النساء نے اس کو ہر چند دقیق مسائل جغرافیہ و ہیئت سمجھانیکی کوشش کی مگر اس کو مطلق سمجھ نہ آئی "

غرض مرزا صاحب حیرت کا محولہ بالا قول درست ہو یا غلط۔ اس میں کلام نہیں۔ کہ زیب النسا بیگم کی طبیعت شاعری کے لئے قدرتاً و طبعاً موزون واقع ہوئی تھی۔ اور جو بات اس کے منہ سے نکلتی تھی۔ مقفیٰ ہوتی تھی۔ لطف یہ کہ شروع شروع میں اسکو اپنے اس جوہر کی کچھ خبر نہ تھی۔ لیکن اسکا استاد ماہر مخفی نہ چلی بلکہ بیان کیا گیا ہے۔ اس کے یہ پیشگوئی کی تھی کہ یہ شاعرہ ہوگی جو لعابیں بالکل پوری ہوئی رفتہ رفتہ جب زیب النسا کی کانوں تک بھی یہ تنج کی تاعدہ سے کی

بات ہے۔ کہ پیشنگویاں اپنے پورا ہونیکا خود ہی باعث ہؤا کرتی ہیں جس شخص کی
نسبت نیک یا بد پیشنگوئی کیجاتی ہے وہ اس کو سن کر خود اسکے پورا کرنیکے وسائل مہیا
کرتا ہے۔ زیب النساء بیگم کی حالت میں بھی بعینہٖ ایسی ہی ہؤا۔ اس پیشنگوئی کو
سنکر اسکی طبیعت میں شعر گوئی کا شوق پہلے سے بھی زیادہ ہوگیا۔ چنانچہ بقول مرزا
حیرت عربی زبان میں طبع آزمائی کرتی رہی۔ جب عربی زبان میں خوب منجھل گئی
تو حمد میں ایک قصیدہ لکھکر ایک نووارد فاضل عرب کو دکھایا یہ عرب تازہ تازہ
مکہ شریف سے آیا تھا۔ اور نجدی نژاد ہونیکی وجہ سے اسے عربی میں خوب ملکہ تھا
عربی مادری زبان ہونیکے علاوہ یہ عرب عین الیقین نامی بہت بڑا فاضل
تھا۔ قصیدہ دیکھتے ہی سر دھننے لگا۔ اور اس نے یہ ریمارک کیا۔ کہ جس نے یہ
قصیدہ کہا ہے۔ وہ ہندی نژاد ہے۔ ہاں تیز طبعی اور ذہن رسا رکھتا ہے
بندش صحیح اور محاورے غلط ہیں۔ الفاظ کا بے محل استعمال بھی بعض بعض مقام پر
کیا گیا ہے۔ یہ کہکر اس نے آخری الفاظ یہ کہے۔ خواہ ایک زباندان اس میں
کیسی ہی برایاں کیوں نہ نکالے۔ لیکن ایک ایرانی یا ہندی نژاد کے لئے عربی
کا ماہر ہونا بھی معجزہ کہا جا سکتا ہے۔ اس ریمارک کو سنکر زیب النساء نے عربی
شعر کہنے کی توبہ ہی کرلی۔ اب فارسی میں شعر کہنے لگی۔ کیونکہ فارسی اسکی مادری
زبان تھی۔ شعر کہنے کو تو کہہ لیتی تھی۔ مگر اصلاح کی ضرورت باقی تھی۔ اپنے استاد
شاہ رستم غازی صاحب سے تو ادب اور حیا مانع تھی۔ اور کسی اور شاعر کی اس
کے ہاں رسائی نہ ہو سکتی تھی۔ غرض بدیں وجوہات پندرہ برس کی عمر تک یہ آتش
شوق دل کی دل میں رہی۔ تاہم اشعار موزوں کرکے قلمبند کرلیتی۔ اور فرصت
کیوقت خود ہی انکی نظر ثانی کر لیا کرتی تھی۔ اور سچ بھی یہ ہے۔ کہ اگر قدرتاً طبیعت
موزوں ہو۔ تو انسان مشق کرتے رہنے سے خود بخود شاعر بن جاتا ہے۔ اور شعر کہنے
کے بعد طبیعت پر زور ڈال کر اپنے اشعار کی خود ہی اصلاح اور نظر ثانی کرنا نہایت
مفید ہے۔ ایک روز شاہ صاحب نے زیب النساء بیگم کی بیاض میں چند متفرق اشعار
دیکھکر انکو بہت پسند فرمایا۔ اور پوچھا۔ کہ کیا یہ اشعار تمہارے ہیں۔ شہزادی نے
نہایت ادب و حیا سے اس کا جواب اثبات میں دیا۔ انہوں نے زیب النساء

کی طبیعت کی پاکیزگی اور روانی دیکھ کر شعر گوئی کی اجازت دیدی۔ بلکہ اصلاح کے لئے بندوبست کر دینے کا وعدہ فرمایا۔ اس سے زیب النساء کی دلی مراد حاصل ہو گئی اور شوخ اور نازک طبیعت مضمون آفرینی لیکن دن بدن ترقی پکڑنے لگی۔

اصلاح کیلئے استاد کی تلاش

جب زیب النساء کی موزون طبیعت اور شاعری کے ولولوں کا چرچا ہوا۔ شاہ رستم صاحب نے حسب وعدہ بادشاہ سے اسکی بیٹی کی بلند پروازیوں کا باتوں باتوں میں ذکر کر کے رائے دی۔ کہ کسی لائق شاعر کو اصلاح کیلئے استاد رکھا جائے اورنگ زیب کو اپنی دختر نیک اختر اپنی ساری اولاد سے زیادہ پیاری تھی۔ اور اسی محبت کی وجہ سے اس کو تعلیم بھی شہزادوں کے معیار پر دی تھی۔ یہ تجویز بہت پسند آئی اور عمدہ عمدہ شاعروں کی جستجو شروع کی کشمیر و ایران اور دیگر ممالک و بلاد سے شاعر منگوائے گئے مگر زیب النساء کی چلتی طبیعت کے آگے کوئی ٹک نہ سکا۔ بادشاہ کو ابھی یہ فکر دامنگیر تھی۔ کہ نواب ذوالفقار خان ناظم سرہند دار السلطنت میں شاہ جم جاہ کی قدمبوسی کیلئے حاضر ہوئے۔ انہوں شہزادی کی ہر دلعزیز شاعری کی خبر سنی۔ تو اپنے دربار کے دو شاعروں ناصر علی اور برہمن کی بہت تعریف کی بادشاہ نے دونوں شاعروں کو حاضر دربار ہونے کا حکم دیا۔ ناصر علی کی جودت طبع اور شاعرانہ طبیعت مسلم تھی۔ لیکن اپنی عادت سے مجبور ہو کر خلوت و عسرت میں زندگی بسر کی تھی۔ اس لئے طبیعت میں وہ بلند پروازی اور عالی خیالی نہ تھی۔ جو ایک شہزادی کے استاد شاعر میں ہونی چاہیئے۔ جب یہ دونوں شاعر دربار میں حاضر ہوئے۔ بادشاہ نے انکو اپنا کلام سنانے کی فرمائش کی پہلے برہمن نے غزل پڑھی۔ جو چند شعار و تشبیہ کی زیب و زینت سے مرصع تھی۔ لیکن بتوںکہ بادشاہاں نگاہے بسلامے برخیزد گاہے برخاستہ خلعت دہند برہمن کی غزل کیا یہ مقطع سنکر سے

مراد لیست بکفر آشنا کہ چندیں بار ‏ ‏ بکعبہ بردم و بازش برہمن آوردم

طبیعت میں ملال پیدا ہوا۔ اور اس کو توہین مذہب سمجھکر بموجب حکم شرع انتقام

لینے کی تدبیریں سوچنے لگا۔ ناصر علی اس وقت آڑے آئے۔ جو بادشاہ کی دلی کدورت کو فی الفور تاڑ گئے اور دست بستہ عرض کی کہ حضور نے سنا ہوگا۔ گلستان میں سعدی علیہ الرحمتہ نے فرمایا ہے

خر عیسیٰ اگر بمکہ رود چون بیاید ہنوز خر باشد

اگر برہمن کعبہ سے واپس آکر برہمن ہی رہا۔ تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔ بادشاہ اس برمحل مذاق کو سنکر مسکرائے۔ اور برہمن کے قصور سے درگذر فرمایا اسکے بعد میر ناصر علی نے اپنی غزل سنائی۔ اہل دربار طبیعت کی روانی۔ مضمون کی عمدگی الفاظ کی برجستگی اور جوش خروش کو مان گئے۔ مگر زیب النساء بیگم جو شوخی و برافی اور شگفتگی طبع میں خود بے نظیر تھی۔ اسکے کلام کو خاطر میں نہ لائی۔ بنحوائے کلام الملوک ملوک الکلام اور میر صاحب کی غریب الوطنی اور غالباً منکسر مزاجی کی وجہ سے سب نے زیب النساء کے کلام کو ترجیح دی۔ اس طرح ناصر علی استاد تو نہ مانے گئے۔ مگر شاہی شاعروں میں مقرر ہو گئے۔ اور مشاعروں میں مقابلہ بر طبع آزمایاں کرنے لگے۔ انکی زیب النساء سے اکثر نوک جھوک رہتی تھی۔ مگر اس طرح پر کہ کوئی سمجھے کوئی نہ سمجھے۔ ان دونوں شاعروں کے علاوہ مرزا محمد علی صاحب ایرانی (بتخلص صائب) ملا طاہر (بتخلص غنی) بہروز اور عاقل بھی زیب النساء کے ہمعصر تھے۔ لیکن غنی جو کشمیر میں رہتے تھے۔ اور عاقل جو لاہور کے گورنر تھے۔ مشاعرہ میں حاضر ہونے سے معذور تھے۔ البتہ بہروز۔ ناصر علی۔ اور داد سخن لیتے اور دیتے تھے۔ متقدم الذکر تینوں شاعروں کے پاس جب مہینوں کے بعد مصرعہ طرح پہنچتا تھا۔ تو انکی مشت از جنگ کی مصداق ہوتی تھیں۔ انکے شاعرانہ مذاق اور قابلیت کا اندازہ مندرجہ ذیل غزلوں کے مقابلہ سے ہو سکتا ہے۔

زیب النساء بیگم[۱]

برنگن از شمع رویت اے مہ خوبان نقاب	تا بصد منت نہد بر پائے تو سر آفتاب
در فراقت زندگانی چہ کنم یا رب کہ بس	غم توی محنت فزون دل ناتوان جانم خراب
آنچہ حاصل کردم از سودائے عشق اینست بس	جان کباب سینہ چاک دلحزین چشم پر آب

[۱] غزل حیات زیب النساء مولفہ محمد الدین خلیق سے اخذ کی گئی ہیں (مولف)

خوگرفتم باغم عشق تو یابد بعد ازین کامرانی گر کنی مخفی تمامی عمر خویش
ہر نفس سازے بود پیش تو دردہ حساب گریہ بیحد نالہ بیحد سینہ بریاں دل کباب

میر ناصر علی صاحب

بس کہ حسنت ریخت در پیمانہ حیرت شراب چو شفق بر روئے گردوں مانند آفتاب
جوہر انداز استخوان ماہیان پروانہ شد شمع روشن کرد عسکت تا بفانوس حباب
ہر کہ دارد آبرو از سنجئے عیرخ ایمن است دانہ گوہر کے بیند شکست از آفتاب
عیبہا رنگ ہنر گیرد چون دل روشن شود صبح نورانی شود دود چراغ آفتاب
پردہ ہائے دیدہ خواہم از میاں برداشتن میتوان کردن تماشائے تو اے مست حجاب
بر دل ریشم نمک از خندہ پاشیدن چرا مرغ آتشخوارہ در آتش نخواہد شد کباب
مردمک از دیدہ برمے آید از شوق رخت رو نما تا نگردد خانہ مردم خراب

زیب النساء کی غزل میں گو دو شعر کم ہیں۔ لیکن شوخی اور بندش و برجستگی الفاظ قابل تعریف ہے۔ بالخصوص یہ مصرعے جان کباب و سینہ چاک و دل حزیں و چشم پر آب اور گریہ بیحد نالہ بیحد سینہ بریان دل کباب۔ بندش برجستگی میں بہت موزوں اور دلکش معلوم ہوتے ہیں +

اس مشہور طرح پر زیب النساء اور اس کے ہمعصروں کے چیدہ چیدہ اشعار درج کئے جاتے ہیں۔

اگر ماند شبے ماند شبے دیگر نمے ماند

زیب النساء بیگم

حجاب نو عروساں در بر شوہر نمے ماند اگر ماند شبے ماند شبے دیگر نمے ماند
مریض عشق او بسیار بر بستر نمے ماند اگر ماند شبے ماند شبے دیگر نمے ماند

پہلے شعر میں زنانہ سیاسی تجاوز کیا گیا ہے۔ لیکن اس میں بھی ایک طرح کی شوخی اور صداقت پائی جاتی ہے جو بالخصوص اس سے بھلی معلوم ہوتی ہے کہ یہ شعر ایک عورت کی زبان سے نکلا ہے۔

مرزا محمد علی صاحب (صائب)

مہ دو ہفتہ ہرگز بارخ دلبرے ماند — اگر ماند شبے ماند شبے دیگرنے ماند
دلم از مہر آں آئینہ رو در برے ماند — اگر ماند شبے ماند شبے دیگرنے ماند
ببین بیمانہ الفت را کہ بر بستر نے ماند — اگر ماند شبے ماند شبے دیگرنے ماند

ناصر علی صاحب سرہندی (علی)

زنے قحبہ درون خانہ شوہرنے ماند — اگر ماند شبے ماند شبے دیگرنے ماند
چو میوہ پختہ شد بر شاخہائے ترنے ماند — اگر ماند شبے ماند شبے دیگرنے ماند
مسافر در سرکارواں اکثرنے ماند — اگر ماند شبے ماند شبے دیگرنے ماند

نعمت خاں (علی)

ہلال عید چو ابروئے آن دلبرے ماند — اگر ماند شبے ماند شبے دیگرنے ماند

ایک تشریح طلب امر

اب ہم سلسلۂ سخن کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ زیب النساء بیگم کی فارسی زبان مادری تھی۔ اس میں لیاقت خداداد طبیعت کی روانی۔ اور شاعروں کی مشق سے شعر و سخن میں اس نے یہانتک کمال پیدا کیا۔ کہ بڑے بڑے ایرانی شاعر اب تک عش عش کرتے ہیں۔ اس موقع پر ایک امر کی تشریح و توضیح کرنی مناسب معلوم ہوتی ہے۔ ہندوستان کی تاریخ کے مطالعہ کرنیوالوں سے مخفی نہیں۔ کہ اورنگ زیب کو شاعروں سے سخت نفرت تھی۔ وہ نہ خود شاعر تھا۔ نہ شاعر بننا چاہتا تھا۔ اسکے عہد میں شاعروں کا بازار سرد ہو گیا تھا۔ کیونکہ بادشاہ ان سے التفات نہ کرتے تھے۔ انکو ہرگز یہ منظور نہ تھا۔ کہ جس شخص کو مجھ سے تعلق ہو۔ وہ شاعر ہو۔ لیکن یہ بھی قابل غور بات ہے۔ کہ عالمگیر خاص خاص حالتوں اور صورتوں میں شعر خوانی اور شعر گوئی کی اجازت دیدیا کرتا تھا۔ زیب النساء رمز شناس تو تھی ہی

مندرجہ بالا وجہ سے ہمیشہ بند رہا کرتی تھی۔ اپنے باپ کے خوف سے اپنی جوشیلی طبیعت کے جوش کو روکتی تھی۔ اور شروع شروع میں تقاضائے طبیعت کے بموجب بھی اس نے یہ ہمت نہ کی۔ کہ اپنا اکثر وقت شاعری میں صرف کرے ابتدا میں جو جو اشعار موزوں کئے۔ وہ یا تو کتابوں جلدوں میں چھپے رہتے تھے۔ یا محل میں اپنی سہیلیوں اور سوتیلی ماؤں اور سوتیلی بہنوں میں تقسیم کر دیتی تھی۔ ہاں جب عالمگیر سفر میں ہوتا تھا۔ زیب النساء بیگم کو طبع آزمائی کا خوب موقع مل جاتا تھا۔ عالمگیر کو باوجودیکہ اس بات کی خبر تھی۔ اپنی بیٹی کے اشعار موزوں کرنے میں مانع نہیں ہوا لیکن پھر بھی کبھی کبھی موقع پاتا تھا۔ تو شعرا کی تبرأی اور انکی فضول گوئی کی مذمت کر دیا کرتا تھا۔ نفس الامر میں زیب النساء کا میلان طبع گو شعر گوئی کی طرف بہت تھا۔ مگر وہ خود بھی اس کو فضول کام تصور کرتی تھی۔ اس کا مقولہ تھا۔ کہ جس کام کا محنت کے بعد کچھ نتیجہ نہ نکلے۔ وہ شاعری ہے۔ تعلیم یافتہ تو تھی ہی۔ قدما کے اشعار پڑھ پڑھ کر دل چسپی لیتی تھی۔ عالمگیر نے مصلحت کے خیال سے حکم دے رکھا تھا۔ کہ طلبا کی تعلیم میں دیوان حافظ نہ رہنے پائے۔ کیونکہ لوگ عموماً ظاہری معنے لیتے ہیں۔ اور باطنی معنوں کی طرف خیال نہیں کرتے محل کی بیگمات کو بھی حکم تھا۔ کہ دیوان حافظ کا مطالعہ نہ کریں۔ برخلاف اسکے زیب النساء بیگم کو دیوان حافظ دیکھنے کی اجازت تھی۔ عالمگیر سے اسکی بابت سوال کیا گیا تو اس نے جواب دیا۔ کہ میں اپنی لڑکی زیب النساء کی فطرت کو خوب جانتا ہوں وہ عقلمند ہے۔ اور اچھی بُری بات کی تمیز کر سکتی ہے۔ جو تحریرات اور اقوال کم عمر عقل لوگوں کو جلوہ اعتدال سے برگشتہ کر دیتے ہیں۔ یہ عصمت پناہ خاتون ان سے ہی نیک سبق حاصل کرتی ہے۔ غرض مندرجہ بالا تشریح سے ناظرین کے دل پر بخوبی منقش ہو گیا تھا۔ کہ زیب النساء کو شاعروں کی کتابیں دیکھنے اور خود شعر لکھنے کی عالمگیر نے اجازت دے رکھی تھی۔ اور اس کی وجہ یہ تھی۔ باپ نے بیٹی کو اعتدال پسند اور عقل مند پایا تھا۔ اپنی عزیز بیٹی کی شاعرانہ قابلیت کو بخوبی نشوونما دینے میں اس نے لائق شاعروں کی بھی تلاش کی۔ گو اتفاق سے زیب النساء سے بڑھکر کوئی شاعر نہ ملا۔ جو اس کے شعروں کی اصلاح کرتا۔ گو اسکا قدرتی

بلکہ شاعری کو مشاعروں اور مقابلوں کی مشق نے بہت امداد دی ہوگی۔

حرم کی زندگی

یوربین لوگوں کی تحریروں سے ہمارے ملک کے لوگوں کے دل میں یہ خیال پیدا ہوگیا ہے۔ کہ حرم کی زندگی اور عام قید قریب قریب مترادف ہیں لیکن زیب النساء بیگم کے حالات سے اس امر کی تردید ہوتی ہے۔ نور جہان کی وغیرہ نور جہان کی سوانح عمری سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔ کہ مغل بادشاہوں میں حرم کی مستورات برقع پہن کر اپنے منصب و رتبہ کے شایاں کام کرنیکی مجاز تھیں عالم گیر نے اپنی بیٹی کو پورا آزاد بنا دیا تھا۔ بلکہ محل میں عموماً سب کو آزادی حاصل تھی۔ بیگمیں سب ہتھیار بند اور شجاع تھیں۔ جنگ میں مردوں کے پہلو بہ پہلو داد مردانگی دیتی تھیں۔ پھر انہیں مقید کیونکہ کہا جاسکتا ہے۔ غرض اسی قسم کی آزادی میں کہ شرعی پردہ بھی رہے۔ اور ضروریات حسب حال وحسب منصب پوری ہوں۔ زیب النساء بیگم نے بچپن اور نوجوانی کی عمر کھٹے کرکے پختہ سالی کے میدان میں قدم رکھا۔ اب یہ اس کی زندگی کا ایک بہت نازک مرحلہ تھا۔ اور اس کے اور اسکے تصفیہ پر اسکی آئندہ خوشی کا دار مدار تھا۔ لیکن پیشتر اسکے کہ یہ بیان کیا جائے۔ کہ زیب النساء نے شادی کے متعلق اپنے لئے کیا۔ فیصلہ کیا۔ اس کی نسبت بعض دلچسپ حکایات بیان کرنی مناسب معلوم ہوتی ہیں +

ایک معتبر حکایت سے اسکی تجمل اور مستقل مزاجی کا پتہ چلتا ہے۔ اور ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ ہمعصر شاعر بعض اوقات کس قدر بیباکانہ اور گستاخانہ چوٹیں کرجاتے تھے۔ مگر یہ مستقل المزاج شہزادی غصے ہوناتو درکنار پرواہ تک نہ کرتی تھی۔ ایک دفعہ اس نے یہ بنظیر مصرعہ۔

از ہم نے شود ز حلاوت جدا لبم" تحریر کیا۔ اور شاعروں کو دوسرا مصرعہ موزوں کرنیکے ارشاد کیا۔ سب نے اپنی اپنی طبیعت کا زور دکھایا۔ مگر ناصر علی سرہندی نے یہ مصرعہ کہکر بیت کو مکمل کیا ؎

از ہم نے شود ز حلاوت جدا لبم — شاید رسید بر لب زیب النساء لبم

اب عفت تاب شہزادی سے مصرعہ طرح پر اس قسم کا گستاخانہ مصرعہ موزون کرنا۔ سچ پوچھا جائے۔ تو اعلیٰ درجہ کی بد اخلاقی اور بے حیائی ہے۔ لیکن زیب النساء نے تحمل کو کام فرمایا۔ اور اپنے گستاخ ہمعصر کو صرف اتنا لکھ بھیجا۔ ؎

ناصر علی بنام علی بردۂ پناہ ورنہ بذوالفقار علی سر بریدمت

ایک اور نقل سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ زیب النساء خادموں اور کنیزوں سے بہت نرمی سے سلوک کرتی تھی۔ تاریخ جمیلی میں لکھا ہے۔ کہ اسکو چین بچین ہوتے کبھی کسی نے نہیں دیکھا۔ فغفور چین نے شاہجہان شہنشاہ ہند کو ایک آئینہ تحفتاً بھیجا تھا۔ اور عالمگیر سے زیب النساء کو ملا تھا۔ روشن نامی ایک پرستار سے یہ قیمتی آئینہ چکنا چور ہو گیا۔ اسکے ضائع ہونے پر لونڈی مذکور کانپتی ہوئی زیب النساء کے حضور میں آئی۔ مگر مارے خوف کے منہ سے بات نہ نکل سکتی تھی۔ بیگم صاحبہ نے سبب پوچھا۔ تو اس نے رو کر جواب دیا ؎

از قضا آئینہ چینی لشکست

شہزادی نے کمال دریادلی سے ہنسکر کہا ؎

خوب شد اسباب خودبینی شکست

فی البدیہ جواب دینے میں۔ اسے وہ ملکہ حاصل تھا۔ جو کہنہ مشق استادوں کو شاذ و نادر حاصل ہوا کرتا ہے۔ اگر اس پر کوئی بھی چوٹ کرتا تھا۔ تو اسکو فوراً بلا پس و پیش ایسا دندان شکن جواب دیتی تھی۔ کہ سننے والوں کو حیرت ہوتی تھی چنانچہ ذیل کے لطیفے سے یہ امر بخوبی ثابت ہوتا ہے۔ ناظرین اس کو بغور پڑھیں کیونکہ ہم اس کا ایک اور موقع پر بہیر نوٹس لینگے +

؎ اسی لونڈی کی بات سے یہ بھی مشہور ہے۔ کہ ایک دفعہ زیب النساء نے اسے حکم دیا کہ فلاں کمرے سے میرا فلاں بیاض اٹھا لاؤ۔ بیاض لینے گئی تھی۔ کہ محل سرا کا ایک حوض راستہ میں آیا۔ جسمیں سرخ مچھلیاں چھوڑی ہوئی تھیں۔ یہ کمبخت مچھلیوں کا تماشا دیکھنے لگی اور بے احتیاطی سے بیاض اسکے ہاتھ سے حوض میں گر گیا۔ بیگم کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ رباعی پڑھی جو اس واقع کے بعد موزون کی تھی۔ آن بیاض خاصہ شاہی کہ بردی ہر طرف چوں کواکب نقطہ ہائے انتخاب آزادہ است
این زمان از دست روشن خام ناخشی ہن۔ چون بیاض سینہ ماہی در آب افتادہ است

لطیفہ

لاہور میں جب اس نے چو برجی والا باغ تیار کرایا۔ تو اس کے افتتاح کی خوشی میں جشن منایا گیا۔ اور مہمان دور دور سے شامل جلسہ ہوئے۔ زیب النساء کے ہاں کسی چیز کی کمی نہ تھی۔ اور پھر مہمان بھی بڑے بڑے عالیقدر صوبوں کے گورنر اور شہزادے وغیرہ تھے انکو مہماں کی خاطر ہر طرح سے منظور تھی۔ خان مان و داروغہ وغیرہ کو حکم دیا۔ کہ جو شے کسی کو درکار ہو۔ وہ بلا عذر دی جائے۔ مگر ملازموں کی غفلت کی وجہ سے اس حکم کی تعمیل نہ ہو سکی۔ دیا لطیفہ اختراع کرنیوالوں کا بہانہ ہو۔ اس لئے خود بدولت مہتمم باورچی خانہ ہیں۔ بلکہ یہ احکام جاری کئے کہ جس چیز کی ضرورت ہو۔ بیگم صاحبہ سے رقعہ بھیج کر منگوائی جاوے۔ عاقل خان گورنر لاہور نے جو شہزادی پر دل وجان سے مفتون تھا۔ ایک پرچہ پر یہ دو معنے فقرہ کہ۔ سنبوسہ بین مے خواہم۔ لکھکر شہزادی کے پاس بھیجا۔ اس میں خوبی یہ ہے۔ کہ جب سنبو سے سن علیحدہ کیا جائے۔ تو بوسہ رہجاتا ہے یعنے ظاہر میں تو بیبن کا سنبوسہ طلب کیا۔ مگر در باطن بوسہ لینے کا خواستگار ہؤا۔ شہزادی ایسی رمز شناس عورت اسکو تاڑگئی۔ اور یہ ترکی بہ ترکی جواب لکھ بھیجا سے وہ از مطبخ مادر طلب ؎

جس کے ظاہری و باطنی معنے ہمارے دقیقہ سنج اور نکتہ رس ناظرین سے مخفی نہیں تشریح کی حاجت معلوم نہیں ہوتی۔

نقل

ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ کم سنی کے زمانہ میں آگرہ کے قلعہ میں محل کے اوپر کھیل رہی تھی اسکی ایک سہیلی نے ایک دیوار کے سوراخ میں ایک لکڑی ڈالدی اور کہنے لگی بیٹھے درون نیچے بروں۔ اس پر سب لڑکیاں ہنسنے اور شور مچانے لگیں۔ زیب النساء کے جد امجد شاہ جہان بادشاہ جو اسوقت آنکھوں سے معذور تھے۔ اس محل کی مسجد میں بیٹھے تھے۔ بچوں کو شوخی کرتے سن کر خفا ہوئے اور پوچھا یہ اودھم کیسی

مچار کھی ہے۔ لڑکیوں نے بمصداق چور کی ڈاڑھی میں تنکا خیال کیا۔ کہ شاہ عالیجاہ نے نیمے درون نیمے بروں فقرہ سن لیا ہے۔ جو اس باختہ ہو گئیں۔ لیکن زیب النساء مطلق نہ گھبرائی۔ بلکہ جرأت کر کے آگے بڑھی اور کہنے لگی۔ جد امجد ہم کہہ رہی ہیں۔

از ہیبت شاہ جہان لرزہ زمین و آسمان　　انگشت حیرت در دہان نیمے درون نیمے بروں

اس قسم کی اور ایک نقل عالمگیر اور زیب النساء کے متعلق مشہور ہے +

زیب النساء بیگم صبح کے سہانے وقت میں اپنے باغ میں جلوہ افروز تھی۔ باغ کی تروتازگی کی کیفیت قلمبند کرنے کیلئے کسی جادو نگار مصنف یا شاعر کا قلم چاہیئے ہمارے احاطہ تحریر سے باہر ہے۔ کہ نسیم سحری کے خوش گوار جھونکوں بلبلوں کے چہچہوں اور قمری کی کو کو کے کو کو ہو بہو ناظرین کے سامنے پیش کر سکیں اتنا فر دہے۔ کہ زیب النساء باغ کی یہ کیفیت دیکھ کر بے اختیار نہر کے فرش پر بیٹھ گئی۔ اور بیخودی میں یہ شعر زبان سے نکل گیا۔

چہار چیز ز دل غم برد کدام چہار　　شراب و سبزہ و آب رواں و روئے نگار

اس کو بار بار دھرا کر قند مکرر کا مزہ لیتی تھی۔ ناگاہ شاہ عالمگیر اسجگہ تشریف لائے زیب النساء نے آہٹ پائی۔ تو پیچھے مڑ کر دیکھا۔ تو والد کو تھوڑے سے فاصلے پر کھڑا دیکھا۔ اور جانا کہ انہوں نے شائد مجھے یہ شعر پڑھتے سن لیا ہے فوراً مضمون بدل دیا اور پڑھنے لگی ؎

چہار چیز ز دل غم برد کدام چہار　　نماز روزہ و تسبیح و توبہ و استغفار

نقل

ایک بکر نے کو دریوزہ کی حالت میں دیکھ کر مندرجہ ذیل شعر پڑھا۔ شائد اسی درد نے اسکو شادی کرنے سے۔ غیرت ڈالی ہو۔ ؎

اے صد تشنہ میر و سوئے نیستاں شکرم　　بہر یک قطرہ آبے کہ ہکم لشکافنہ

نقل

ایک دفعہ حضور میں بازیگر کا تماشا ہو رہا تھا۔ بازیگر کی عورت ایک بلند بانس پر چڑھ کر

خلال بازیاں لگا رہی تھی۔ یہ عورت جیسی اپنے کرتبوں میں کامل تھی۔ ایسی حسن میں بھی لاجواب تھی۔ شعراء حاضرین میں سے کسی نے اس کی تعریف میں یہ شعر موزوں کیا ؎

ایں لعبت ابوالعجب چو ماہی پیداست ۔۔۔ یا تازہ گلے کہ بر سر شاخ رعنا است

بیگم صاحبہ نے اسکو سن کر کہا ؎

نے نے غلط است کافتاب محشر ۔۔۔ بر نیزہ بر آمد و قیامت برپا است

زیب النساء کی نسبت اسی قسم کی اور بہت سی نقلیں مشہور ہیں۔ لیکن ایک تو اس خیال سے کہ عموماً اس قسم کی حکایات یار لوگوں کی ایجاد کردہ ہوتی ہیں دوسرے اختصار کے خیال سے ہم صرف ایک نقل بیان کر کے زیب النساء بیگم کی زندگی کے ایک اہم فیصلہ کی طرف رجوع کرینگے۔ اس نقل سے ضمناً ہمارے قول بالائی بھی تصدیق ہو جائیگی۔ کیونکہ قصص ہند میں بعینہ اسی قسم کی حکایت نور جہاں کے متعلق بیان کیگئی ہے۔

نقل

ایک دفعہ ایک ایرانی شہزادے نے جو شاعر تھا۔ اور بیگم کا خواستگار بھی تھا۔ طرح غزل میں یہ شعر لکھا ؎

ترا اے مہ جبیں بے پردہ دیدن آرزو دارم ۔۔۔ جمالت ہائے حسنت را رسیدن آرزو دارم

بیگم صاحب اس کے مطلب کو بھانپ گئیں۔ دوسرے روز غزل میں منجملہ دیگر اشعار کے دو شعر پڑھے۔ جن کو سنکر شہزادہ مذکور مایوس ہو گیا ہوگا ؎

بلبل از گل بگذرد گر در چمن بیند مرا ۔۔۔ بت پرستی کے کند گر برہمن بیند مرا

ہمچو بو پنہاں شدم در رنگ گل مانند گل ۔۔۔ ہر کہ دیدن میل دارد در سخن بیند مرا

مطلب یہ کہ میرے حسن کو دیکھکر باغ میں بلبل پھول کے عشق سے باز آئے اور برہمن بت پرستی ترک کر دے۔ جس طرح پھول کے رنگ میں بو چھپی ہوتی ہے اسی طرح میں اپنے کلام میں چھپی ہوں۔ بس میری خوب صورتی کا میرے کلام کی خوبی سے اندازہ ہو سکتا ہے۔

شادی سے انکار

جب شہزادی زیب النساء بیگم خدا کے فضل سے جوان ہوئیں۔ تو امرا عالی وقار اور شہزادوں کی نسبتیں آنی شروع ہوئیں۔ زیب النساء سے رائے دریافت کی جاتی تھی پچیس برس کی عمر میں صد ہا نسبتیں آچکی تھیں۔ مگر اس نے ان سبکو ناپسند کیا۔ اس بارہ میں ایران کے شہزادہ مرزا فرخ اور عاقل خان گورنر لاہور خاص طور پر نوٹ کے قابل ہیں۔ ہم دونوں کا مختصر سا بیان ترتیب مذکور کے ساتھ ذیل میں درج کر کے یہ بھی بتائینگے کہ زیب النساء بیگم کے شادی سے انکار کرنیکی کونسی وجوہات تھیں۔

مرزا فرخ شاہ عباس والیٔ ایران کے بیٹے تھے۔ انہوں نے زیب النساء بیگم کے حسن و علم اور سلیقہ وغیرہ کا حال سنکر اپنی نسبت لکھی۔ زیب النساء کی طرف سے اس کا یہ جواب دیا گیا۔ کہ تم دہلی چلے آؤ۔ تمہاری علمیت کا امتحان لیکر اس کا جواب دیا جائیگا۔ چنانچہ شہزادہ مذکور بڑے تزک و احتشام کے ساتھ ایران سے روانہ ہوا۔ عالمگیری علاقہ میں ہر ہر منزل پر اس کا استقبال نہائت دھوم دھام سے ہوا۔ اور وہ اسی طرح منزل بمنزل کوچ کرتا دہلی میں داخل ہوا۔ زیب النساء نے شہزادے کو محل کے ایک حصے میں اتارا۔ در بالا بالا اس کی علمیت کے حالات کا ملاحظہ کرنے لگی۔ بادشاہ نے اپنے مہمان کی خاطر و مدارات میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ اور شاہانہ ضیافتوں سے ہر طرح خوش کرنیکی کوشش کی زیب النساء نے بھی بطور خود شہزادہ کی دعوت کی گویا شہزادہ کی تہذیب اور علمیت کا یہ آخری امتحان تھا۔ دعوت خوب دھوم دھام ہوئی دعوت کے کمرے میں عمدہ عمدہ غالیچے بچھائے گئے۔ غالیچوں پر مسند اور مسند پر قیمتی شال ڈالا گیا۔ سامنے کے حوض میں فواری جاری ہو گئے شاہی مالیوں نے تمام احاطہ کو پھولوں سے پاٹ دیا۔ پانی پوکھر کی سطح پر غلاف وغیرہ چڑھائے گئے اور وہاں انہوں نے پھولوں کی پنکھڑیاں بڑی حکمت اور عقلمندی سے بچھائیں سنگ مرمر کے حوض کے گرد نارنگیوں کی قطاریں لگائی گئیں۔ جنکی تروتازگی اور شادابی

کیا ہی بھلی معلوم ہوتی تھی۔ غرض خوب ہی پر لطف سماں تھا۔ سامنے بہت سے
فاصلہ پر میں باورچین کھانا پکارہی تھیں۔ دوسرے پہلو میں مٹھائی بنانیوالیاں
اپنا جوہر دکھارہی تھیں۔ باجہ بجانے والی عورتیں بھی ایک دالان میں موجود تھیں
شہزادہ صاحب کے نزدیک اجلال کا وقت مغرب کے بعد مقرر ہوا۔ راستہ
میں عالیچوں پر پھولوں کا فرش زان پر عطر و گلاب چھڑکا ہوا جیسے شبنم پتوں پر
بہار دے رہا تھا۔ پہلے نقیب آواز دیتے ہوئے اور دعائیں کرتے ہوئے نکلے
پھر چوبدار ہاتھوں میں سونے کی چوبیں لئے ہوئے چلے۔ پھر ایرانی اصطبل کے
افسر آئے ان پر زرین کپڑے زبن کی طرح لدے ہوئے تھے۔ پھر شہزادہ صاحب
کے حقہ بردار تھے۔ جن کے ہاتھوں میں قسم قسم کی گنگا جمنی کی کلیاں۔ طرح طرح
کی خوش بوؤں سے بسے ہوئے ہاتھوں میں سونیکی انگیٹھیاں بہار دے رہی
تھیں۔ اس مختصر جلوس کے بعد شہزادہ فرخ آیا۔ اس کے گرد مصاحبیں حلقہ کئے
تھے۔ شہزادہ کی صورت پر دبدبہ اور شوکت خوب برستی تھی۔ اس کی صورت
صاف اور پاکیزہ تھی۔ رنگ شوخ اور چمکدار تھا۔ آنکھیں کسی قدر چھوٹی اور
بھوری تھیں۔ پیشانی فراخ اور نمایاں اور اس پر تین سیاہ تل بہت خوب صورت
معلوم ہوتے تھے۔ قد متوسط اور موزوں بال کندھوں تک عطر میں ڈوبے
ہوئے بل کھا رہے تھے۔ ہاتھ پیر تھوڑے چکلے اور خوب صورت تھے پوشاک
سیدھی سادی اور صاف تھی۔ البتہ جواہرات سے بدن جگمگا رہا تھا۔ یہ تیئس
سالہ نوجوان اس سج دھج سے مسند پر جلوہ افروز ہوا۔ پہلو میں نقاب منہ پر
ڈالے چکوں کی آڑ میں زیب النساء بیگم جلوہ گر تھی۔ اور اس ار دگرد اسکی خواصیں
ہمجنیس حلقہ کی رونق بڑھارہی تھیں۔ گویا چاند کے گرد ستارے تھے۔ شاہی مہمان
کی خوب آؤ بھگت ہوئی۔ اور پھر ضیافت شروع ہوئی۔ جو نہایت دلچسپ ہے
اور جس سے زیب النساء بیگم کی عقل و دانش ٹپکتی ہے +

جس شہ نشین پر فرخ نے کھانا کھایا۔ وہاں صرف متعدد شخص تھے۔ ایک تو
شہزادہ کا اتالیق۔ دو چھوٹے بھائی۔ چار وزیر۔ ایک میر منشی۔ دو خواجہ سرا دست
بستہ کھڑے مورچھل جھل رہے تھے۔ ان کے سوا اور کوئی موجود نہ تھا

ملازمین اور ہمراہی دوسرے کمرے میں موجود تھے۔ ایک کشمیری شال جس پر زرین کام اور موتیوں کی جھالر لگی ہوئی تھی۔ بطور دستر خوان بچھایا گیا۔ پھر حسین حسین لڑکیاں سونے کی سلفچیاں اور آفتابے لیکر فرخ کے ہاتھ دھلوانے کو حاضر ہوئیں۔ اسکے بعد خوانچوں میں کھانا آنا شروع ہوا۔ کئی قسم کے چاول پکے ہوئے تھے۔ اول تو پلاؤ جو سفیدی میں ہو بہو برف معلوم ہوتا تھا۔ دوسرے پلاؤ میں تیتر بھی بریاں تھے۔ تیسری قسم کا پلاؤ ایک پرند کا گوشت میں پکا ہوا تھا۔ چوتھی قسم کے پلاؤ میں جسکو بریانی کہتے ہیں۔ زعفرانی رنگ دیا گیا تھا۔ اس خشک مٹر کے دانے بھی شامل تھے۔ پانچویں قسم کا نارنجی پلاؤ تھا۔ جس کا نظارہ خوش اور بھلا معلوم ہوتا تھا اس پلاؤ میں جس کا رنگ نارنگی کی طرح تھا۔ بادام کشمش پستہ۔ اور بیسیوں قسم کے میوے شامل تھے۔ جس کو ہندوستان میں زردہ کہتے ہیں۔ سامن مچھلی اور ماہیر من مچھلی کی کباب چاندی کی رکابیوں میں جو امیر بان کی شوکت اور خاطر داری کا نقشہ کھینچ رہے تھے چینی کے پیالوں اور رکابیوں میں مفصلہ ذیل چیزیں رکھی تھیں۔ نور آگوفتے۔ جو ایک پرندے کے گوشت سے تیار کئے گئے تھے نیم پخت گوشت میٹھے چاول دو پیازہ دم پخت پلاؤ جس میں بھیڑ کی ہڈیوں کا گودا دیا گیا تھا۔ اور اس میں کچھ کچھ گوشت بھی بھرا ہوا تھا۔ اور چاول اسی کے عرق یخنی میں ابلے تھے پیٹھا جس میں گوشت بھر کر مکھن میں پکایا تھا۔ ایک پرند ابلا ہوا خشک بیر کی چٹنی سرکہ کے ساتھ خاگینہ جس کی مٹھائی عجیب صورت اور لذیذ بنائی گئی تھی گوشت کا شوربہ جس میں گوشت بادام وغیرہ ملے تھے کھانے والے انگلیوں کو چوسا کریں۔ ایک رکابی میں نیم جوش انڈے جن میں مکھن اور قند ملا ہوا۔ ایک رکابی میں بادنجان شکاری جانور کے گوشت کا قورما۔ اور اسی طرح کے بے تعداد کھانے جن کا بیان کمالات سے ہے قابوں رکابیوں پیالیوں میں چنے ہوئے تھے۔ شہزادہ فرخ نے زیب النساء کی اجازت سے کھانے میں ہاتھ ڈالا۔ دو چار نوالے کھائے ہونگے کہ مذاق کی سوجھی۔ زیب النساء کی چلوں کی طرف مخاطب ہو کر کہا ۔ ؎ بوسہ میخواہم

(؎ بوسہ سموسہ) زیب النساء نے جھٹ پٹ جواب دیا۔ از مطبخ اور مطلب چنیں بر دست دندان شکن جواب

دیا۔ سن کر شہزادے کے منہ پر ہوائیاں اڑنے لگیں۔ اور وہ اپنی زک ہمتہ بیرق
خجالت سے پسینہ پسینہ ہوگیا۔ زیب النساء فوراً اٹھ کھڑی ہوئی۔ کہ یہ محض نالائق
شخص ہے۔ میری شادی کے لائق نہیں۔ آخری لطیفہ مندرجہ بالا لطیفے سے مقابلہ
کرنے پر معلوم ہوگا۔ کہ غالباً یہ دونوں یار لوگوں کی جودت طبع کا نتیجہ ہیں۔ اس
قسم کے ناپاک اور مخرب اخلاق مذاق عاقل خاں یا شہزادہ فرخ ایرانی نہ سوجھے
ہونگے۔ لیکن یہ ضرور ہے۔ کہ شہزادہ موصوف بے نیل مرام ایران واپس چلا گیا۔

عاقل خان سے تعشق اور اُس کا نتیجہ

عاقل خان اور زیب النساء کا کس طرح تعلق ہوا۔ اس کا مجمل جواب یہ ہے کہ
سنہ ۱۰۷۱ھ کے شروع میں شہنشاہ اورنگ زیب عالم گیر کے دشمنوں کی طبیعت ناساز
ہوئی۔ حکیموں نے منجملہ دیگر علاج معالجہ کے تبدیل آب ہوا۔ کی صلاح دی شاہان
مغلیہ پنجاب کے پایہ تخت شہر لاہور میں تفریحاً۔ یا مصلحتاً اکثر جایا کرتے تھے
غرض کہ عالم گیر بھی لاہور ہی میں تشریف لائے۔ یہاں کی معتدل آب وہوا
طبیعت کے موافق پائی۔ یہاں کچھ عرصہ تک قیام پذیر ہونا مناسب معلوم ہوا
چنانچہ قبائل وحرم کو بھی اسی جگہ بلوالیا۔ زیب النساء بیگم بھی ساتھ ہی آئی۔ مشاعرہ
کو اس سے خاص نسبت تھی۔ غرض حسب معمول لاہور میں بھی شعر و اشعار کے
چرچے شروع ہوگئے۔ اس زمانہ میں نواب عاقل خان لاہور کا ناظم تھا۔ اور
وہ ہزاری کے اعلےٰ منصب پر سرفراز تھا۔ دنیاوی جاہ تمکنت کے ساتھ و
علم و فضیلت میں بھی بہت کچھ استعداد رکھتا تھا۔ اور شاعر بھی تھا۔ مگر زیب
النساء کے لاجواب مضامین اور بےنظیر اشعار اور غزلیں سنکر دنگ ہوتا تھا اور
بمصداق سے نہ تنہا عشق از دیدار خیزد   بسا کیں دولت از گفتار خیزد
یہ ہوس سمائی کہ اس جبین اور با مذاق شاعرہ کے دیدار سے آنکھوں کو روشن کرے
بہت کوشش کی مگر بے سود جب کچھ پیش نہ گئی۔ تو ہر روز حفاظت شہر اور
گشت کے بہانہ سے خود محلات شاہی کے گرد گھومنے لگا۔ ایک روز نواب
صاحب جنون عشق میں قلعہ کی شمالی فصیل کے نیچے جا رہے تھے اسوقت زیب النساء بیگم

اتفاقیہ گلناری رنگ کا جوڑا زیب النساء بدن کئے ہوئے بام قلعہ پر چہل قدمی کر رہی تھی۔ نواب کی نظر اس غریب گل و غنچہ کے باغ حسن پر پڑی۔ پھر کیا تھا۔ جان و دل سے عاشق ہوئے صبر و قرار کھو بیٹھے دل قابو سے نکل گیا گیا خادم نے اضطراب دیکھکر پوچھا۔ آپ بیقرار کیوں ہیں عاقل خاں جو اس وقت سرمایہ غرور ہوش متاع حسن و خود ہی کرچکے تھے بے تحاشہ پکار کر کہنے لگے ؎

سرخ پوشے بلب بام نظرے آید

زیب النساء یہ سن کر چونک اٹھی دیکھا کہ ایک خوش رو سرو قد نوجوان دیوار سے قریب کھڑا ہے بشرہ سے وجاہت اور وقار مترشح اور عمر تیئس کے قریب معلوم ہوتی ہے۔ اتنے میں اس گمبرو نوجوان نے مذکورہ بالا مصرعہ کو پھر دہرایا سمجھ گئی کہ میری ہی نگہ ناز نے زخمی کر دیا ہے۔ ذرا از بارہ غور سے دیکھنے لگی عاقل خان نے پہلے کی طرح باواز بلند پڑھا ؎

سرخ پوشے بلب بام نظرے آئد

زیب النساء بیگم کی حاضر جواب سے یہ امید نہ تھی۔ کہ وہ اپنے متعلق ایک چبھتا ہوا مصرعہ سنتی اور چپ ہو رہتی۔ فی البدیہ گویا ہوئی ؎

نہ بزاری نہ بزور و نہ بزرے آئد

یہ کہا اور پیچھے ہٹ گئی

یہ ممکن نہ تھا۔ کہ عاقل خان ایسے امیر کبیر۔ نوجوان خوشرو خوش پوش شخص کو دیکھ کر زیب النساء بیگم کے دل پر اثر نہ ہوتا۔ یہ بھی ہزاروں سے اس پر عاشق ہو گئی؎ عشق اول در دل معشوق پیدا میشود تا نسوزد شمع کے پروانہ شیدا میشود

اس سے پہلے عاقل خان کے نامہ و پیام کا کبھی جواب تک نہ دیا تھا۔ لیکن جب اس کو آنکھوں سے دیکھ لیا۔ تو بے اختیار ہو گئی۔ لیکن اس خیال سے کہ راز افشا نہ ہو جائے۔ بڑے غیظ سے کام لیا۔ اور گھر میں واپس چلی گئی عاقل خان بھی لوٹے گردویں چھوڑ آئے۔

ناظرین عاشقان صادق کی بیقراری آہ زاری۔ دن کو بے چینی اور رات کو اختر شماری کا تصور کر سکتے ہیں۔ دونوں مصلحت وقت سے خاموش تھے دونو

کے دل ایک دوسرے کے دیکھنے کو ترستے تھے۔ مگر مجبور تھے۔ ملاقات کا موقع
نصیب نہ ہوتا تھا۔ اس اثنا میں زیب النساء بیگم کو بھی لاہور کی آب و ہوا
پسند آگئی تھی۔ اس لئے اس نے اس سڑک پر جو انارکلی کی طرف سے ملتان
کو جاتی ہے۔ ایک باغ بنانے کے ارادے سے عمارت شروع کرادی۔ جب
باغ تیار ہو رہا تھا۔ ایک روز سہیلیوں کے ہمراہ اس کے معائنہ و ملاحظہ کے
لئے تشریف فرمائیں۔ عاقل خاں بھی سراغ پر لگے ہوئے تھے۔ جب معلوم ہوا
کہ شہزادی باغ میں جانا چاہتی ہیں۔ موقع غنیمت سمجھ کر پہنچا۔ اسوقت بارہ
دری تیار ہوگئی تھی۔ اوپر سے مکانات زیر تعمیر تھے۔ شاہی پہرہ کے سپاہی
چاروں طرف گشت کر رہے تھے۔ غرض بظاہر حالات اندر جانیکی کوئی صورت
نہ تھی۔ عاقل خان نے اس وقت عقل و تدبیر سے کام لیا۔ جلدی سے واپس
آکر مزدوروں کا بھیس بدلا گارے کا کونڈا سر پر رکھ کر بے تکلیف بیدھڑک
پہرہ کے اندر گھس گیا۔ اور جہاں مستری کام کر رہے تھے جا پہنچا۔ اس مکان
زیر تعمیر کے بالمقابل ایک تیار شدہ عمارت میں شہزادی سہیلیوں سے ساتھ چوسر
کھیل رہی تھی۔ عاقل خان نے اشارہ کیا۔ مگر شہزادی نے جو کھیل میں مصروف
تھی۔ اس کی طرف التفات نہ کی تب عاقل خان بلند آواز سے بولا۔

من در طلبت گرد جہان میگردم

یہ کہکر مستری سے مخاطب ہوا اور کہا گل است و آہک

زیب النساء نے آواز پہچان لی کھیلتے کھیلتے کہا۔

گر باد شوی بہ سر زلفم نرسی

اور بات ڈالنے کیلئے سہیلیوں سے گویا ہوئی۔ شش پنج دو یک

اسکے بعد جلدی ہی کھیل تمام کرکے چوسر اٹھالی

مشہور ہے۔ کہ عشق کوئی نہیں چھپا سکتا۔ زیب النساء اور عاقل خان ایسا نہ تھا۔ بہت دیر
تک پوشیدہ رہتا۔ زیب النسا کی خواص میں سے کسی کو رنجش ہوگئی۔ اس نے تمام ماجرا بادشاہ
سے گوش گذار کردیا۔ عالمگیر یہ سنکر نہائت برہم ہوا۔ اور انصاف یہی ہے کہ اس شرع کے پابند
دیندار اور اپنی بیٹی کے سچے ہی خواہ باپ کا غصہ بجا تھا۔ ان دنوں بادشاہ دہلی میں واپس

صرف زیب النساء تکمیل عمارت کے لیئے لاہور رہ گئی تھی۔ چنانچہ زیب النساء کو
تخت میں بلاکر شادی کرنے پر مجبور کیا۔ شہزادی نے جب دیکھا کہ بادشاہ میری
شادی کیئے بغیر باز نہ آئیگا۔ تو دست بستہ عرض کی کہ نکاح رسول دو جہان کی
سنت ہے۔ حکم خدا اور رسول کے بجا لانے سے کسی مسلمان کو انکار نہیں ہوسکتا
مگر چونکہ انتخاب کی آزادی دیگئی ہے۔ میری آرزو یہ ہے۔ کہ تمام اعلیٰ درجہ ارکین
دولت اور اعیان سلطنت کی تصاویر آپ طلب فرمائیں۔ انکو دیکھ کر جو شخص
مجھے پسند آئے۔ اس سے میری شادی کردی جائے بادشاہ نے اس
تجویز کو منظور فرمایا۔ اور ذی رتبہ لوگوں کی تصویریں منگوائیں۔

زیب النساء نے جو اس سے پیشتر عاقل خان کو اپنا دل دے چکی تھی۔ اور اس
غالباً اسی نے یہ تجویز اس سے شادی کرنیکے خیال سے ہی سوچی ہوگی۔ عاقل
خاں کی تصویر ہی پسند کی بادشاہ نے یہ سن کر اسکے نام بدیں مضمون ایک
رقعہ لکھا۔ برخوردار زیب النسا بیگم کی شادی مجھے منظور ہے اور اس کا میلان
طبع تمہاری طرف پایا جاتا ہے۔ اگر تمہیں بحکم خدا اور رسول اپنے عقد زوجیت
میں لانا منظور ہے۔ تو آؤ۔ مگر بدنصیبی اس کو کہتے ہیں ؎

قسمت کی خوبی دیکھئے ٹوٹا ہے جب کمند دو چار ہاتھ جبکہ لب بام رہ گیا

کہ ادھر یہ شاہی رقعہ جسکو مژدہ راحت بخش بلکہ جان بخش کہنا چاہیئے بھیجا
گیا۔ ایک ادھر حاسد امیر نے خفیہ طور پر عاقل خان کو ایک خط لکھ بھیجا مضمون
یہ کہ دختر شاہ سے عشق کرنا بازیچہ اطفال نہیں ہے۔ شاہ کو آپکی تمام کارروائیوں
کی خبر پہنچگئی ہے۔ اب آپ آئیے اور اپنے عشق کا خمیازہ بھگتئے۔ جب تقدیر
انسان کی ممد و معاون نہ ہو۔ تو اس کی عقل رفوچکر ہو جاتی ہے۔ ان دونوں
خطوں کے مطالعہ سے عاقل خان نے یہ نتیجہ نکالا۔ کہ ضرور میرا راز افشاء ہوگیا ہے
اب بادشاہ جان سے بغیر پیچھا نہ چھوڑیگا۔ بہتر یہ ہے۔ کہ شاہی ملازمت سے علیحدہ
ہو جاؤں۔ غرض بادشاہ کو جواب میں لکھ بھیجا۔ کہ شادی تو درکنار مجھے نوکری
بھی منظور نہیں۔ میں نے شاہی نمک بہت کھایا ہے۔ اب معاف رکھا جاؤں اور
اس سے بڑھ کر یہ حماقت کی۔ کہ نوکری سے خود بخود علیحدہ ہو کر خفیہ طور پر دہلی چلا آیا

جب زیب النساء کو یہ حال معلوم ہؤا۔ تو نہائت تاسف کیا۔ اور ایک محرم راز کو لکھ بھیجا۔ ؎

شنیدم ترک خدمت کرد عاقل خاں بنادانی

راستہ میں حامل رقعہ کو عاقل خاں ملا۔ دور سے اس نے پوچھا۔ کدھر جا رہے ہو اس نے کل حال بیان کیا۔ عاقل خان نے رقعہ لیکر اس کی پشت پر یہ مصرعہ لکھدیا۔ ؎

چرا کارے کند عاقل کہ باز آید پشیمانی

گویا اپنی غلطی کا اعتراف کیا۔ حامل رقعہ کو یہ کہکر واپس بھیجا۔ کہ شہزادی کے پاس اسے واپس لیجا بس یہی جواب ہے۔ اب عاقل کو چاہیئے تھا۔ کہ جب شادی بلکہ نوکری کا بھی انکار کر چکے تھے۔ تو کوچہ جانان کا نام نہ لیتے۔ لیکن نہ انکو اپنی عاقبت نہ بادشاہ کی بدنامی کا خیال آیا۔ اور اپنے نام کے معنوں کے برخلاف بیعقلی کو اپنا شعار ٹھیرا کر کچھ دنوں بعد پھر شاملہ آمد و رفت شروع کر دیا عاقل خان اکثر اوقات زیب النسا کے پاس جایا کرتا تھا۔ لوگوں نے پھر بادشاہ کے کان بھرنے شروع کئے۔ مگر چونکہ کچھ ثبوت نہ تھا۔ اور اپنے ناموس کا بھی پاس تھا۔ اس لئے مصلحت وقت سمجھکر خوش ہو رہا۔ مگر تحقیقات کے خیال سے جاسوس مقرر کر دئے اور تاکید کر دی۔ کہ جب عاقل خان شہزادی سے ملاقات کرنے آئے۔ فوراً حضور میں خبر دیجائے۔ ایکروز زیب النساء بیگم باغ میں تھی۔ عاقل خان بھی موجود تھا۔ خبرداروں نے جھٹ پٹ خبر کر دی بادشاہ نے حکم دیا۔ کہ سپاہ کا ایک دستہ تمام باغ کا محاصرہ کر لے۔ تاکہ اندر کا کوئی آدمی باہر نہ جا سکے۔ نوکر حکم کے بندے ہوتے ہیں۔ سپاہیوں نے باغ کا محاصرہ کر لیا۔ اورنگزیب بہ نفس نفیس باغ میں تشریف لے گئے۔ کسی خواص نے یہ خبر زیب النساء اور عاقل خان کو بھی پہنچا دی۔ اگر وہ دونوں شرعی مجرم نہ بھی ہوں۔ مگر اخلاقی مجرم تو ضرور تھے یہ خبر وحشت اثر سنکر بید کی طرح تھرانے لگے۔ ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔ چہرے فق ہو گئے۔ عاقل خاں نے سہمی ہوئی آوازوں میں کہا۔ کہ مجھے کہیں چھپا دو۔ زیب النساء کو پہلے تو کوئی صورت نظر نہ آئی۔ لیکن عاشق صادق کی جان بچانی اسکی عین آرزو تھی اور تو کچھ بن نہ آیا۔ عاقل خاں کو ایک بڑی سی دیگ میں بٹھا کر سرپوش سے

ڈھک دیا۔ اورنگ زیب نے باغ کا ہر ایک گوشہ اور درخت اور پودا
چھان مارا۔ مگر عاقل خان کا پتہ نہ ملا۔ آخر الامر حکمت عملی سے کام لیا۔ تمام
خواصوں کو بلایا۔ کسی کو دھمکایا۔ کسی کو انعام کا وعدہ فرمایا۔ اور کہا کہ سچ بتاؤ
وہ کہاں چھپا ہے۔ ایک نمک حلال خواص نے جھٹ سے بتا دیا۔ کہ فلاں دیگ
میں چھپا رکھا ہے۔ اورنگ زیب فی الفور اس دیگ کے پاس آیا۔ اور زیب النسا
کو بلا کر پوچھا۔ کہ اس دیگ میں کیا ہے۔ زیب النسا نے عاشق کے بچاؤ کی
خاطر جھوٹ بولنے سے بھی دریغ نہ کیا۔ اور ڈرتے ہوئے کہا۔ کہ پانی گرم
کرنیکے لئے بھرا ہے۔ بادشاہ نے فرمایا پھر گرم کیوں نہ کیا۔ بولی اگر
ارشاد ہو ابھی تیار ہو جاتا ہے۔ بادشاہ نے فرمایا۔ ابھی اسکے نیچے آگ جلا دو
زیب النسا پر گویا بجلی گری۔ دو طرفہ مصیبت پیش آئی۔ باپ کے حکم کی نافرمانی
بھی نہ کر سکتی تھی۔ اور عاشق صادق کو بھی چولھے پر نہ دھر سکتی تھی۔ کچھ دیر تک چپ
چاپ بت کی طرح کھڑی رہی۔ باپ نے دوبارہ اصرار کیا۔ تو جان گئی کہ بادشاہ
اس بدقسمت جانباز کی جان لئے بغیر نہیں جائیگا۔ مجبوراً دیگ کے نیچے آگ جلا
دی۔ اور دیگ کے پاس کھڑے ہو کر دبی آواز سے کہا

دم باش مثال کلہ بارے

جس سے مراد یہ تھی۔ کہ عاقل خان اگر میرا عاشق صادق ہے۔ تو میری عزت و آبرو کی
جان دیدینا۔ مگر آواز نہ نکالنا جیسے بکری کی سری پک پک کر گل جاتی ہے۔ مگر آواز
نہیں کرتی۔ زیب النساء کو اس مایوسی کے عالم میں بھی امید رہی اور اس خیال سے
آہستہ آہستہ آگ جلائی دل میں کہتی ہوگی۔ شاید بادشاہ چلا جائے تو نیم بسمل ہی نکال
لوں مگر ع

تقدیر کے لکھے کو مٹاتا نہیں کوئی

اورنگ زیب بھی اپنے عزم کا پکا تھا۔ ادھر عاقل خان کی موت آچکی تھی جب
تک دو اڑھائی من لکڑیاں دیگ کے نیچے جل نہ گئیں اور اس کا گوشت جلکر
خاکستر نہ ہو گیا۔ اورنگ زیب وہیں بیٹھا رہا۔ مگر عاشق صادق کی ثابت قدمی اور
وفاداری پر بھی نہایت حیرت ہوئی کہ جل کر راکھ ہو گیا۔ اور اُف تک نہ کی ڈاکٹر
برنیر صاحب نے اس واقع کو بچشم خود دیکھکر اپنے سفرنامہ میں درج کر کے عاقل خان

کی ثابت قدمی کی داد دی ہے۔ اس عشق کا نتیجہ عاقل خان کے حق میں تو مہلک ہی ہوا مگر زیب النساء کیلئے بھی بہت مضر ہوا۔ ایک تو وہ اورنگ زیب کی نظروں سے ہمیشہ کو گر گئی۔ دوسرے قید میں ڈالدی گئی۔ چنانچہ اس کی بعض غزلوں میں اس امر کی طرف صاف صاف اشارہ ہے۔ مثلاً ؎

دردا کہ ز قید ہستم آزاد نگشتم
یک لحظہ ز غمہائے جہان شاد نگشتم

گرچہ پا بزنجیر مخفی زدہ بہ دیوار غم
شکر اللہ کہ جفائے غمگنان کردہ ام

دل من اسیر مخفی بہ بلائے ہجر تا کے
بجز ہوائے وصلت گنہ دگر ندارم

تا مرا زنجیر در پا و دل دیوانہ شد
دوست دشمن مرا و آشنا بیگانہ شدم

قید کی تنہائی میں تڑپتی تھی۔ اور رہائی کی از حد خواہاں اور دن گنتی تھی۔ چنانچہ ایک ایک میں شعر میں کہتی ہے ؎

مخفی امید رہائی تا بروز حشر نیست
خاک غربت ہر کہ او رہ ہو دامنگیر شد

آخر جب قید خانہ سے رہائی ہوئی۔ تو باقی عمر دہلی میں اقامت پذیر رہی مگر گوشہ تنہائی اختیار کر کے نیت سے ملنا جلنا ترک کر دیا۔ ہاں شاعری سے جی بہلایا کرتی تھی۔ اور اس ستمدیدہ زمانہ کی بیوفائی حاسدوں اور حریفوں کے بیجا طعنوں اور مظالم کی شکایات کر کے دل کا بخار نکال لیتی تھی۔ چنانچہ ایک موقع پر کہتی ہے ؎

دگر مخفی چہ فکر نام و ننگ است
حریفان چون ترا بدنام کردند

شادی کیوں نہ کی

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ زیب النساء نے شادی کیوں نہ کی اسکی کئی وجوہات بیان کی گئی ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ علمی شغلوں کی مصروفیت اور لوگوں کی واہ واہ اور تعریفیں سنتے سنتے آپ کے دماغ میں بہانتک فخر و غرور پیدا ہو گیا تھا۔ کہ اس کسی کی بی بی بنکر تابعداری کرنا۔ تمام عمر گوارہ نہ تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ اس کے چچاؤں اور عموں زاد بھائیوں کے ساتھ اس کے باپ کے جو

۱؎ بعض کہتے ہیں کہ اورنگ زیب نے زیب النساء بیگم کو شہزادہ اکبر کے ساتھ خط و کتابت کرنے کی وجہ سے جو باپ سے باغی ہو گیا تھا۔ قلعہ سلیم گڑھ میں قید کر دیا تھا۔

سلوک کئے تھے۔ ان کو دیکھ کر دنیا کی بے ثباتی کا نقشہ دل میں کھنچ گیا تھا اور لذائذ دنیاوی سے نفرت ہوگئی تھی تیسری روایت سے ان دونوں بیانوں کی تردید پائی جاتی ہے۔ یعنی کہ اورنگ زیب نے اسکی نسبت دارا شکوہ کے بیٹے سے کردی تھی۔ لیکن جب اس کو ہلاک کرادیا۔ تو اس کے دل پر سخت صدمہ گذرا۔ اور اس نے باپ کے اس پولیٹیکل فعل کو سخت ناپسند کیا۔ اور جب اس کی دوسری جگہ نسبت کرنا چاہی۔ تو صاف انکار کردیا۔ یہ قطعی طور پر نہیں کر سکتے کہ اصل وجہ کیا تھی۔ طبقہ مستورات ہیں ان تینوں وجوہات کے خیال سے شادی سے اجتناب کرنے کی بہت سی نظیریں روزمرہ کی زندگی میں بھی ملتی ہیں۔ لیکن اگر اخلاقی پہلو سے دیکھا جائے۔ تو زیب النساء نے شادی سے پرہیز کرنے میں سخت غلطی کھائی۔ بالخصوص جب اسکا انجام ذلت اور رسوائی پر ہوا۔ جسکا ذکر ہم اوپر کر چکے ہیں۔

عاقل خان سے اسکے عشق کی وجہ سے لوگ اسکو متہم کرتے ہیں۔ اس نے نفسانی جذبات سے مجبور ہو کر وہ ناجائز تعلقات پیدا کرنے چاہے۔ جنکو اہل اسلام سخت معصیت اور اعلیٰ درجہ کی رسوائی اور بے عزتی خیال کرتے ہیں۔ ہم نے جہاں تک ممکن تھا۔ زیب النساء بیگم کی زندگی کے واقعات ناظرین کے لئے فراہم کئے ہیں اس بارہ میں قطعی رائے ظاہر نہیں کر سکتے۔ ناظرین ان واقعات سے زیب النساء کے چال چلن کا خود اندازہ کر سکتے ہیں۔ گو اتنا ہر ایک شخص کو تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ مرد ہو خواہ عورت اگر تمام عمر تارک رہے۔ تو اسکا لذات نفسانی و شہوانی پر غالب آنا قریب قریب ناممکن ہے۔ اور اگر ہمکو دنیا میں تارک و مجرد ہونیکے باوجود کوئی شخص اس جذبہ سے قطعی پرہیز کرتا ہوا ملے۔ یا تو اسکے قوای شہوانی معطل و بیکار ہونگے یا وہ کوئی فوق العادت انسان بلکہ فرشتہ ہوگا۔ زیب النساء نے اپنی عصمت اور بیگناہی کا ذیل کے شعر میں خود ذکر کیا ہے ؎

قسم بکعبۂ حاجات واحمد مرسل — کہ پائے کبا زئیے من باعث گناہ من است

زیب النساء بیگم جب اسیری سے رہا ہو کر دہلی میں تشریف فرما تھیں تو یہ قطعہ اپنے حسب بشکستہ دستے کہ خم در گردن زیاری نشد — کور بہ چشمے کہ لذت گیر دیدارے نشد

صد بہار آخر شد و ہر گل بفرقے جا گرفت　　غنچہ باغ دل با زیب دستارے نشد

یار لوگوں نے جو زیب النساء سے خواہ مخواہ چھیڑ چھاڑ رکھا کرتے تھے۔ جب یہ قطعہ سنا تو خوب مذاق اڑائے اور پیروز خان نے ایک مصرعہ اپنی طرف سے لگا کر اسکو خمس کر دیا

پر شد زیب النساء لیکن خریدارے نشد

زیب النساء کا مذہب اور ایک قابل تعریف فیصلہ

زیب النساء باپ کی طرح سنی المذہب تھی۔ لیکن معلوم ہوتا ہے۔ کہ اسکو سنی و شیعہ کے مسائل اور دونوں فرقوں کے تعلقات کا بخوبی علم تھا۔ اور دونوں میں صلح کرا دینا خاص مقصد۔ زیب النساء جو کچھ کرتی تھی۔ جو کچھ کہتی تھی۔ اس میں کچھ کچھ کوئی نہ کوئی ایسی دلچسپ بات پوشیدہ ہوتی تھی۔ کہ کیفیت آجاتی تھی۔ اکثر بڑے بڑے فاضل امراء سے خط و کتابت رکھتی تھی۔ آزادانہ کسی مسئلہ دریافت کرنے کیلئے اسکے خطوط امرا کے پاس جاتے تھے۔ انکا ویسا ہی مودب جواب آتا تھا۔ ایک بڑا جھگڑا جو اس نے اسوقت طے کیا۔ وہ اس قابل نہیں ہے۔ کہ اسپر سرسری نظر ڈالی جائے۔ بلکہ اسپر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا۔ کہ زیب النساء واقعی کمبخت اور جہالت و سخافت کا پتلا مجسم تھی محل شاہی اور بیرون محل شاہی میں بہت سے ارکان سلطنت اور بیگمیں تو سنی تھی اور بہت سی شیعہ ان میں باہم تنازعہ رہتا تھا۔ باہر اندر دونوں جگہ زور شور سے بحثیں ہوتی تھیں۔ وجہ یہ تھی۔ کہ عالمگیر پکا سنی تھا۔ بہادر شاہ عالمگیر کا منجھلا بیٹا محمد معظم شیعہ تھا۔ باپ کی رعائت سے نہ کبھی سنیوں سے تنفر کرتا۔ اور نہ کبھی ان پر محل بے محل کسی بہانہ سے تشدد کر سکتا۔ آخر کار اس جھگڑے کے رفع کرنے کیلئے زیب النساء منتخب کیگئی۔ اس نے اپنے فہم و فراست سے معقول فیصلہ لکھا۔ کہ سب شیعہ دنگ رہگئے۔ زیب النساء نے ایک بڑے مجمع مستورات میں تقریر کی اور ایسی موثر طور پر کہ شیعہ مستورات کے چہروں پر ہوائیاں اڑنے لگیں۔ بیسوں سنی ہو گئیں۔ اور اکثروں نے سنی ہونیکا زبانی اقرار کیا۔ اس فیصلہ سے محلوں اور بیرون محلوں میں زیب النساء کی فضیلت کی دھاک بندھ گئی اور اس کی نقلیں حوالی ہند ایران توران وغیرہ میں بھیجی گئیں۔ ایرانیوں نے اسکی کئی طرح سے تردید کی۔ لیکن پھر بھی ہندوستان

میں اسکے اثر سے جن اضلاع میں استرے کی رسم تھی۔ اس کی ایسے احسن طریقے سے بیخ کنی ہوئی۔ کہ پھر کسی نے نام نہ لیا۔ اورنگزیب اس معقول اور آزادانہ فیصلہ کو سنکر بہت خوش ہوا۔ سو روپیہ تنخواہ کے اور اضافہ کئے اور بہت کچھ نوازشات سلطانی مبذول فرمائے

زیب النساء کی ایک اختراع

معزز حیرت صاحب لکھتے ہیں۔ کہ انگیا کرتی زیب النسا کی اختراع ہے جس کا رواج کم وبیش تمام ہندوستان میں موجود ہے۔ چونکہ مرزا صاحب نے کسی مورخ کا حوالہ نہیں دیا۔ قطعی طور پر نہیں کہہ سکتے۔ کہ آیا یہ اسی کی اختراع تھی۔ لیکن اس کی نفاست پسندی اور جدت کو مدنظر رکھ کر یہ ایجاد قرین قیاس معلوم ہوتی ہے۔

رسوم مخالف اسلام کی اصلاح

ہندوستان میں رہنے سہنے اور بالخصوص اکبر بادشاہ کے زمانہ سے مسلمان خواتین ومستورات میں ہندوؤں کی رسومات مروج ہو گئی تھیں مثلاً دیوالی منانا و سہرہ پوجنا زیب النسا نے یہ سب رسمیں ترک کرا دیں۔ اور اسی پر کفایت نہ کی۔ بلکہ پند و نصیحت کے زور سے طرز معاشرت میں جتنی باتیں شریعت غرائے السلام کے برخلاف کی جاتی تھیں ان سب کو اٹھا دیا۔

زٹلی کا تخلص کس کی ایجاد ہے

عوام الناس میں مشہور ہے۔ کہ جعفر زٹلی کا یہ تخلص خاص اس کی زٹلیات کی وجہ سے مشہور ہوا ہے مرزا حیرت صاحب لکھتے ہیں۔ کہ اس نے اپنا تخلص زٹلی آپ رکھا تھا۔ اور لکھتے ہیں۔ کہ یہ بات اسکے ایک خط سے جو اس نے اپنے ایک دوست کو لکھا تھا۔ معلوم ہوتی ہے۔ جس میں اس نے اپنے آپکو فخر سے زٹلی پکارا ہے پھر لکھتے ہیں کہ دوسری جگہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ زیب النساء نے زٹلی خطاب دیا تھا۔ جعفر نے بہت خوشی سے قبول کر لیا۔ اور کہا۔ کہ یہ بڑے فخر کی بات ہے کہ میرے نام کے پہلے بھی ز ہے اور زیب النسا کے نام پہلے بھی ز ہے

اس منظوم خط کے چند شعر ہم درج کرتے ہیں۔ جن میں جعفر نے آپنے کو طرز زیبی کہا ہے ؎

کتابت فرستادہ بوسے رسید | ترا ئم بادہ بدولت مزید
بفکر دقیق تو صد آفرین | بہ تحسین تو ساکنان زمین
تو ہم سفتی خوب سلک گہر | اگرچہ منم در زٹل نامور

زیب النساء کا سراپا

ڈاکٹر برنیئر صاحب جنہوں نے عالمگیر کے زمانہ میں ہندوستان کی سیر و سیاحت کی تھی۔ اپنے سفرنامہ میں شہزادی کا حلیہ اس طرح بیان کرتے ہیں۔ قد لمبا ہاتھ پاؤں متوسط درجہ کے بدن دبلا پتلا چہرہ گول اور رنگ صاف رخسارہ کے دائیں جانب نزدیکی گوش دو سیاہ تل آنکھیں سیاہ اور موٹی موٹی سر کے بال لمبے لمبے دانت اور ہونٹ پتلے پتلے۔

عادات و خصائل

میابائی کی روائت سے پایا جاتا ہے۔ کہ بیگم صاحبہ نے مسی اور سرمہ کا استعمال عمر بھر میں نہیں۔ ہمیشہ سفید اور سادہ لباس رکھتی تھی۔ سوائے اوائل عمر کے رنگین اور ریشمی لباس سے ہمیشہ نفرت رہی۔ خواصوں اور کنیزوں کو اسکی پابندی ضروری نہ تھی۔ وہ حسب پسند رنگین کپڑے پہننے کی مجاز تھیں۔ بلکہ اگر کسی کو سادہ میں دیکھتی تھی۔ تو اسکو رنگین لباس پہننے کی تاکید کرتی تھی اور رنگ زیب کے زمانہ میں مسلمان خواتین کی پوشاک یا تو ہندوانہ وضع کی ہوتی تھی۔ یا ایرانی وضع کی زیب النساء عموماً ایرانی لباس زیب تن کرتی تھی۔ ایک دفعہ لاہور میں آئی تو ایک ہندو شہزادی کے ایما سے ہندوانی وضع کا لباس بھی پہنا۔ اور رنگ زیب کو اس امر کی اطلاع ہوئی۔ تو زیب النساء کو بہت ملامت کی۔ اسلئے فوراً اتار دیا تھوڑا زیور بھی پہنتی تھی۔ موتیوں کی ایک مالا ہر وقت زیب گلو رہتی تھی۔ اسکے بیچمیں دو دیں مرصع تعویذ ہوتے تھے۔ اور کانوں میں جواہرات کے پھول تاہم اس سادگی پر ہیر بناؤ سنگار قربان ہوتے تھے۔ کسی نے سچ کہا ہے ؎

نہیں محتاج زیور کا جسے خوبی خدا نے دی | کہ دیکھو خوشنما لگتا ہے جیسے چاند بن گہنے

زیب النساء کفائت شعاری میں بھی مشہور تھی۔ تاہم اسکی فیاضیوں نے اسکی کفایت شعاری کو بھی گھن لگا دیا تھا۔ بادشاہ نے اسکے نام چار لاکھ روپیے کی جاگیر کر دی ہوئی تھی جسکو وہ علمی شوق کے پورا کرنے میں خرچ کرتی تھی۔ ہر سال سیکڑوں حاجیوں کو اپنے پاس سے سفر خرچ دیکر حج بیت اللہ اور زیارت روضۂ رسول اللہ کے بھیجا کرتی تھی۔ ہزارہا یتیم بچوں اور بیواؤں کا ملجا ماوی تھی۔ نواں کوٹ جس جگہ آباد ہے وہاں بیگم نے صرف کفایت شعاری سے روپیہ بچاکر ایک باغ اور مقبرہ بنوایا۔ ایک روز اس باغ کی سیر کر رہی تھیں۔ میاں بائی نے دنیا کی بے ثباتی کا تذکرہ پر نہایت حسرت اور افسوس سے کہا۔ حضور عمارات اور اولاد سے کچھ مدت کیلئے دنیا میں نام رہجاتا ہے۔ ایک ہم ہیں کہ خدا نے اولاد بھی زندہ نہ رکھی اور نہ اتنا روپیہ ہی ہے۔ کہ ایک عمارت بنوا کر چند روزہ نام چھوڑ جاتے۔ اس سے زیب النساء کے دل پر اسقدر اثر ہوا۔ کہ دایا کی دیرینہ خدمات پر نظر کر کے یہ باغ اسی کو مرحمت کر دیا۔ آفتاب طلوع ہونے سے پیشتر زیب النسا ہمیشہ اپنے محل کے چمن میں آبیاری کرتی ہوئی نظر آتی تھی اپنے ہاتھ سے درختوں کو درست کرنا پودا چڑھانا کیاریوں کا باقاعدہ بنانا۔ یہ علی الصباح اپنا فرض کرتی تھی۔ اسکو کسی کام میں عار نہ تھی۔ نہ وہ اپنے کسی کام میں اپنی خواصوں کی محتاج اور منتظر رہا کرتی تھی۔ زیادہ وقت خاموشی میں صرف ہوتا تھا۔ اور اسی کو وہ اچھا جانتی تھی۔ اسکی جتنی سہیلیاں اور خواصیں تھیں وہ سب خاموش رہتی تھیں۔ کیا مجال کہ بغیر دریافت کئے کوئی کچھ بات کر سکے۔ چپڑ چپڑ اور بیہودہ گوئی سے نہایت نفرت تھی۔ ہر وقت یہ شعر وردِ زبان تھا ؎

دیوانہ خاموش بعاقل برابر است　　دریائے آرمیدہ بساحل برابر است

یعنی خموشی ایسی اعلیٰ صفت ہے۔ کہ دیوانے کو بھی عقلمند بنادیتی ہے۔ کبھی کبھی ناصرعلی کا یہ شعر بھی پڑھا کرتی تھی ؎

مرا در لوح خاموشی الف با تا نشست اول　　کہ درد سر زبان است و خاموشیست درمانش

ان کی مزاج طبعاً شوخ تھی۔ لیکن سنجیدگی کا بھی مساوی حصہ ملا تھا۔ مذہب ہر امر میں مدنظر تھا۔ قرآن شریف کی باقاعدہ تلاوت کیا کرتی تھیں حسب خوش الحانی

سے کلام اللہ پڑھتی تھیں تو محل کی مستورات کا اسکے گرد جمگھٹا لگ جاتا تھا
زیب النساء بیگم طبیعت کی رحیم - بردبار خلیق اور متحمل تھی - غصہ اور غضب کے وقت
بھی اطمینان کو ہاتھ سے نہ دیتی تھی - خادموں اور کنیزوں سے بڑا سلوک رکھتی تھی
تاریخ جمیلی میں لکھا ہے - کہ اسکو ممین بچپن ہوتے کسی نے نہیں دیکھا ہمعصروں
کی بیباکانہ اور گستاخانہ چوٹوں کا مستقل مزاجی اور لاپرواہی سے جواب دیتی تھی
ان دونوں باتوں کی تشریح اوپر ہو چکی ہے - اعادہ کی ضرورت نہیں +

ایک کنیز پر خاص عنایات

زیب النساء کی ایک کنیز خاص امانی تخلص تھی - جو بہت نازک اندام پاکیزہ خیال
لائق اور حاضر جواب تھی - اسکا مکان دہلی میں کلاں محل کے متصل تھا - ایکدفعہ
کا ذکر ہے - کہ مخفی و امانی گلگشت چمن میں مصروف تھیں - یکایک زیب النساء نے
یہ مصرعہ پڑھا اے امانی گل صد برگ چرا مے خندد
اس عندلیب ہزار داستان نے بھی فوراً برجستہ اپنی منقار اس طرح کھولی ؎
بر لقائے خود و بر غفلت ما مے خندد
اس موزوں جواب سے زیب النساء بہت خوش ہوئی - اور اسکے اعزاز میں اور
بھی ترقی فرمائی - امانی ہر وقت و ہر لحظہ زیب النسا کے ساتھ رہا کرتی تھی اور
اس کے بغیر زیب النساء کو ایک ایک لمحہ چین نہ پڑتا تھا - کہتے ہیں - کہ شب و روز
کی صحبت اور فیض سے اس کنیز کو بھی شعر گوئی میں ایسا ہی ملکہ پیدا ہو گیا
تھا - کہ جیسا زیب النسا کو تھا - مگر اسکا کلام دست برد زمانہ سے تلف ہو گیا ہے
یہ شعر اسکی طرف منسوب کیا گیا ہے ؎
آنقدر روز ازل تیرہ تقسیم کردند تیرگی مے طلبد شام غریبان از من

بیگم کی شاعری

اس میں کلام نہیں کہ زیب النساء بیگم کو اقسام ازل نے بہت کچھ شاعرانہ مذاق
عطا کیا تھا - اور گو اس نے کسی استاد سے باقاعدہ اصلاح نہیں لی تاہم طبیعی جودت
علمی لیاقت - معاصروں کی مشق نے اسکے اشعار و خیالات کو بہت کچھ جلا دی - اور

اس نے شاعری میں اپنا سکہ نہ صرف ہندوستان بلکہ ایران پر بھی ہمیشہ کے لئے بٹھا دیا۔ علمی شوق اور علمیت کا اس سے اندازہ کر لو کہ اس نے اپنے زیر اہتمام ایک لاجواب کتبخانہ قائم کیا۔ کشمیر میں چونکہ ارزاں ترخ پر کتابیں لکھی جاتی تھیں۔ وہاں کتابت کا ایک دفتر قائم کر کے صدہا کتابیں لکھوا ڈالیں اس دفتر کا انتظام ملا محمد شفیع الدین صاحب کے سپرد تھا۔ انکو زیب النساء کی سرکار سے تنخواہ ملتی تھی۔ غرض یہ عالمہ علمیت میں بڑے بڑے عالموں سے ٹکا کھا سکتی تھی۔ اور شاعری میں اساتذہ سلف کے ہم پلہ تھی شاعری میں اسکی یادگاریں فلک ناہنجار کی گرفتاریوں۔ اور مظالم کے باوجود اسقدر موجود ہیں۔ کہ ہم اسکی قابلیت اور جوہر کا بخوبی اندازہ کر سکتے ہیں اسکے اگر تمام اشعار گم ہو جاتے۔ اور ایک قطعہ اور چند بیت جو ذیل میں ہم نقل کرینگے۔ باقی رہجاتے تو بھی اس کی شاعری تسلیم کرنی پڑتی۔

ایک مثنوی مولوی معنوی کے ڈھنگ پر لکھی ہے۔ مگر چھپی نہیں۔ اس مثنوی میں کوئی دو سو شعر بیان کئے گئے ہیں۔ معرفت کا دریا بہا دیا ہے ہماری نظر سے نہیں گذری۔ اس لئے قطعی طور پر اسکی خوبیوں کا اندازہ نہیں ہو سکتا۔ اس کی اور کتابوں کا بھی ذکر سنا ہے۔ لیکن اب کوئی پتہ نہیں چلتا۔ اسکا ایک مشہور دیوان مخفی نامی ہے۔ ہرچند کہ بعض لوگوں نے اس دیوان کو اوروں کیطرف منسوب کیا ہے۔ مگر اسکی اندرونی شہادت سے صاف طور پر ثابت ہے۔ کہ یہ نواب زیب النساء بیگم صاحبہ کی یادگار ہے۔

اس دیوان کی نسبت ایک روایت یہ ہے۔ کہ یہ ایک ایرانی شاعر کی جو رشتی تخلص کرتے تھے۔ اسکی تصنیف ہے اس امر کے موید زیادہ تر کار پرداز ان مطبع نولکشور ہیں۔ جو اپنے اشتہاروں اور نیز دیوان مخفی میں اس امر کا صاف صاف ذکر کرتے ہیں۔ کہ یہ مندرجہ بالا ایرانی شاعر کی جودت طبع کا نتیجہ ہے۔ لیکن لطف یہ ہے کہ ان کے مطبع کے دیوان مخفی کے صفحہ ۱۷ میں یہ شعر کہا ہوا جو انکے دعوی کی بالکل تردید کرتا ہے۔

دختر شاہم ولیکن رو بہ فقر آوردہ ام | زیب و زینت بس ہمینم نام من زیب النسا ست

وہ بڑی روایت جو مرزا حیرت صاحب نے نقل کی ہے بالکل غلط اور مضحکہ خیز معلوم ہوتی ہے بعض کہتے ہیں۔ کہ مخفی محمد شاہ کی کسبی کا نام ہے اور یہی اسکا تخلص ہے۔ یہ کسبی جو اصل میں فرنگن تھی۔ ایک ایسی گھم گھالی میں لپٹی رہتی تھی اور نقاب اسکے چہرہ پر پڑی رہتی تھی۔ کہ اسکا تخلص اور نام محمد شاہ نے مخفی رکھدیا یہ لڑکی سورت کی پیدائش تھی۔ اسکے ماں باپ فرنگستان سے آکر یہاں بس گئے تھے۔ یہ کچھ سوداگری کی چیزیں لیکر محمد شاہ کے دربار میں آتے تھے اسکی غرض یہ تھی کہ محمد شاہ کی بیوی بن جاؤں یہ اپنے حسن پر بڑی نازاں تھی۔ فارسی زبان گویا اس کی مادری زبان بن گئی تھی۔ محمد شاہ نشیلی آنکھوں اور مسرور نظروں سے دیکھتے ہی اس پر لٹو ہو گئے یہ چاہتی تھی ذرا کرشمہ اور ناز و انداز دکھلائے۔ غرض یہ ہے کہ محمد شاہ کی چہیتی دلبر بنگئی اس کا نام تو کچھ اور تھا۔ مگر یہاں مخفی پڑ گیا۔ ذہن رسا اور طبیعت تیز تھی۔ اشعار بھی موزون کرنے لگی۔ اسکے بہت سے شعر ہوئے ہیں جن میں ہندی اردو دونوں زبانیں ملی ہوئی ہیں۔ محمد شاہ کے سامنے ناچتی گاتی اور سارنگی طبلہ بجاتی تھی کبھی ساقی بن جاتی تھی۔ اس لئے اسکو بیویوں میں شمار نہیں کیا ہے۔

اس طویل عبارت کے نقل کر دینے سے ہماری غرض یہ تھی کہ اس روایے کی لغویت خود مرزا حیرت کے کلام سے ہو جائے ایک فرنگن ہو وہ کا محمد شاہی دربار میں آنا فارسی سیکھنا اور پھر شعر کہنا سب ہی لغویت کیا ایک اجنبی کی زبان میں جس نے زندگی کا بہت سا حصہ اپنے والدین کے پاس صرف کیا ہو اور جب اسکے بلوغت کا زمانہ آیا ایک رنگیلے بادشاہ کے دربار میں متاع عیش و نشاط کے طور پر بلائی گئی ہو وہ لطافت ہو سکتی ہے۔ جو زیب النساء کی ہر ایک بات بلکہ ہر ایک شعر سے ٹپکتی ہے۔

مثنوی اور دیوان کے علاوہ زیب النسا کی شہرت بہت ہے قطعات رباعیات غزلیات۔ مدح و لغت وغیرہ سے بھی بہت ہوئی یہ امر بھی قابل ذکر ہے۔ کہ دیوان مخفی کے سترہ نسخے ہیں۔ جن میں سے ایک پنجاب پبلک لائبریری میں موجود ہے۔ یہ نسخہ قلمی ہے مطبع منشی نول کشور نے مطبع سے بھی دیوان

مخفی مشکل ہے۔ باقی نسخوں کی تفصیل (جو محمد الدین صاحب خلیق نے دی ہے گو تاریخی پہلو سے دلچسپ ہے۔ لیکن عام ناظرین کے لئے محض تضیع اوقات ہے محمد الدین صاحب خلیق نے زیب النساء کی شاعری کا اندازہ کرنے میں بلند پردازی۔ رنگینی نازک خیالی وغیرہ کو تو تسلیم کیا ہے۔ مگر کہتے ہیں۔ کہ تاثیر بہت کم ہماری میں جتنی غزلیں اور رباعیات وغیرہ کو خود انکی حیات زیب النساء میں نقل کی گئی ہیں۔ ان سے اس امر کی کافی تردید پائی جاتی ہے تاثیر کے معنے سوز و گداز کے ہو سکتے ہیں سو اسکے دیوان اور غزلوں میں بہت کچھ موجود ہے ہمارا یہ بات او ہے کہ اعلیٰ درجہ کا سوز و گداز یا تاثیر نہ ہو ہم نے کہا تھا۔ کہ زیب النساء بیگم کی ایک رباعی اور چند ایک اشعار ہی اسکی شاعری تسلیم کرانے کے لئے کافی ہیں اسکی نظر ذیل میں دکھاتی ہے۔ اس رباعی میں جو سوز و گداز اور تاثر بھرا ہے وہ دو تین مرتبہ دہرانے سے ناظرین کے دل پر بخوبی منقش ہو جائیگا۔ معرض تحریر میں آنا مشکل بلکہ محال ہے

رباعی

آبشار نوحہ اگر از بہر چیستی ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ چین فگندہ ہم از بہر چیستی
درد ست چہ درد بود کہ چون من ہمہ شب ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ سر را بسنگ سے زدی دمی گریستی

ایک رباعی میں شاعروں کا خاکہ اڑایا ہے

رباعی

وائے بر شاعران نادیدہ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ غلطی خود بخود پسندیدہ
سرو از قد زیادہ میگویند ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ سرو چوبے است ناتراشیدہ

یہ رباعی بھی اپنی طرز میں بے نظیر ہے

رباعی

مہ چو فوارہ سیماب بجوش است امشب ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ دست مجنون استین رخصت ہوش است امشب
نالم از جانب فرہاد بتیسر بن بسر د ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ کہ رائے تو ہوا شیر فروش است امشب

عالم جوانی اور ہمعصر شاعروں اور خصوص عاقل خان سے چھیڑ چھاڑ اور خیر اللہ کر سے عشقیہ گفتگو کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ چونکہ یہ باتیں بہت دلچسپ ہوتی ہیں ان کی ایک دو مثالیں اور دیجاتی ہیں

ایک مرتبہ زیب النساء نے لکھا ؎

گرچہ من لیلی رسا سم دل مجنوں در ہوا ست
سر بصحرا میزنم لیکن حیا زنجیر پاست

اسکے جواب میں عاقل خان نے لکھا ؎

عشق تا خام ست با شند بستہ ناموس و ننگ
پختہ مغزان جنوں را کے حیا زنجیر پاست

زیب النساء کا جواب الجواب

پاکبازان بست را حیا باشد مدام
چون تو مرغ بے حیا کے حیا زنجیر پاست

صائب کے مقابلہ میں جو شعر کہے وہ بھی لطف سے خالی نہیں صائب کہتا ہے ؎

ہر تواضع نے دشمن تکیہ کردن ابلہی ست
پائے بہ سے میل از پا افگندہ دیوار را

زیب النساء کہتی ہیں ؎

اگر دشمن دوتا گردد ز تعظیمش مشو غافل
کمان چندان کہ خم گردد خدنگش کارگر آید

ایک دفعہ باغ کی سیر کر رہی تھیں طبیعت کے بہلانے کیلئے نرگس کا ایک پھول سر میں لگا لیا۔ عاقل خاں ملاقات کو آئے تو یہ نظارہ دیکھکر گویا ہوئے ؎

نرگس زدہ بر سر وز شوق تو نرگس
خم کردہ رخ خویش کہ رخسار تو بیند

زیب النساء نے فی البدیہ یہ جواب دیا ہے

این نہ نرگس کہ تو دیدی انبسر لئے افسرمن
بہ تماشائے تو برول شدہ چشم ازمن

ایک بار ایک ایرانی شہزادے نے یہ فرد کہا ؎

مغرور کر دام دردل ازین درگاہ نخواہم رفت
سر اینجا سجدہ اینجا بندگی اینجا قرار اینجا

بیگم صاحبہ نے ترت پھرت جواب دیا ہے

چہ آسان دیدۂ زاہد طریق عشق بازی را
تب اینجا آتش اینجا اخگر اینجا شعلہ نار اینجا

تضمین خوب کرتی تھی۔ ایک بار مشاعرہ میں طرح ہوئی ؎

صبا را شرم مے آید بروئے گل نگہ کردن

بیگم صاحبہ نے یہ مصرعہ کہا اور خوب کہا ۔ ؎

صبا را شرم مے آئد بروی گل نگہ کردن
کہ رخت غنچہ را وا کرد نتوانست تہ کردن

ایک دفعہ یہ طرح تھی ؎ درابلق کسے کم دیدہ موجود
زیب النساء نے اسکی تضمین کرنے میں غضب ڈھایا ہے فرماتی ہے ؎

درابلق کسے کم دیدہ موجود
مگر اشک بتان سرمہ آلود

ایک بار اورنگ زیب عالمگیر نے یہ مصرعہ موزون کیا ؎

دلیران را دلیری جد مردن بیشتر باشد

بیگم صاحبہ نے دوسرا مصرعہ لگا کر شعر بنا دیا ؎

دلیران دلیری بعد مردن پیشتر باشد
بہ چیرم گرگ شیر افگن پس از مردن بتر باشد

زیب النساء کا دیوان یوں تو ایران میں بھی مقبول ہوا۔ اور وہاں کے قدر شناسوں نے اسکو قدر نیت کی الماری میں بڑی خوشی سے جگہ دی ہے۔ کیونکہ زبان نہائت سادہ اور بیان طرز دلکش اور دلفریب ہے۔ لیکن ہندوستان میں بھی نہائت عزت و عظمت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اس امر کا ثبوت یہ ہے۔ کہ وہی خیالات جو زیب النساء نے فارسی زبان میں ظاہر کئے ہیں۔ کسی قدر ترمیم اور ردو بدل سے اردو شعراء نے منظوم کرلئے ہیں۔ زیب النساء کہتی ہیں ؎

بس در دل داغ دارم لالہ روئد از زمین — بعد مردن گر مرا مدفون بزیر گل کنند

یہی مضمون اردو میں اس طرح ادا کیا گیا ہے ؎

پھول نرگس کے اگینگے قبر پر — مر گیا ہوں انتظار یار میں

ایک اور شعر ہے ؎

بزیر خاک بہ نقشم چہ حاجت کفن است — شہید تیغ محبت ز خون کفن دارد

اردو والوں نے اسکا ترجمہ یوں کیا ہے ؎

اس میں غسل میت کی حاجت ہو کیونکر   ہم اپنے خون ہی میں نہائے ہوئے ہیں

اسکے دیوان میں پند و نصیحت جا بجا پائی جاتی ہے۔ مشتے نمونہ خروارے ذیل کے چند شعر ہیں

(۱) زمانہ کی بیجا شکایت نہ کرو ؎

زبان حوصلہ بادہ بدیدہ آنکس را   کہ پیش غیر شکایت ز دور نگار کند

(۲) وقت کو غنیمت سمجھو ؎

فرصت شمر غنیمت درباب فیض عمر   گل چین بزم بلبل و بلبل نخوب گیر

(۳) تکلیف اٹھائے بغیر کچھ حاصل نہیں ہوتا ہے

بے نیش الم لذت از نوش نیابی   بر بستر غم مایہ مقصود بسر گیر

اسکے دیوان کے بعض اشعار کا مضمون زمانہ اور لوگوں کے حسب حال اور الفاظ بیحد سادے اور طرز بیان میں لطافت پائی جاتی ہے۔ غرض ان میں ضرب المثل ہونے کی قابلیت موجود ہے ؎

(۱) آوے آرے درطریق خوب رویان داد نیست

(۲) نشتر الماس را با دیدہ سودن مشکل است

(۳) مفلس ہمیشہ منتظر خوان حاتم است

(۴) نومید نباید شدن از گردش ایام

ہر شام کہ آمد ز پے آں سحری ہست

غرض اس قسم کے بیسیوں شعر ہیں۔ جو ضرب المثل ہو گئے ہیں۔ طوالت کے خوف سے اور مثالیں نہیں دیجاتی

زیب النساء بیگم کو دیوان حافظ بہت مرغوب تھا۔ اور اسکا ہمیشہ مطالعہ کیا کرتی تھی چنانچہ زیادہ تر غزلیں دیوان حافظ کی طرز پر لکھی گئی ہیں۔ اور بلبل شیراز کے ہم پلہ ہیں۔ ناظرین خود اندازہ کر سکتے ہیں۔ مگر انصاف شرط ہے ؎

غزل حافظ

دل میرود ز دستم صاحبدلان خدا را   دردا کہ راز پنہان خواہد شد آشکارا

دو روز مہر گردوں افسانہ الیست افسون
نیکی بجائے یاراں فرصت شمار یارا

کشتی شکستگانیم اے باد شرطہ برخیز
باشد کہ باز بینیم آن آشنا را

در حلقۂ گل دمل خوش خواند دوش بلبل
ہات الصبوح ھبو یا ایہا السکارا

اے صاحب کرامت شکرانۂ سلامت
روزے تفقدی کن درویش بینوا را

آسائش دو گیتی تفسیر این دو حرف ست
با دوستان تلطف با دشمنان مدارا

در کوی نیکنامی ما را گذر ندادند
گر تو نمے پسندی تغیر کن قضا را

آئینہ سکندر جام جم ست بنگر
تا بر تو عرضہ دارد احوال ملک دارا

سرکش مشو کہ چون شمع از غیرتت بسوزد
دلبر کہ در کف او موم است سنگ خارا

گر مطرب حریفان آن پارسی بخواند
در وجد و حالت آرد پیران پارسا را

آن تلخوش کہ صوفی ام الخبائثش خواند
اشہے لنا احلی من قبلۃ العذارا

ہنگام تنگدستی در عیش کوش مستی
کین کیمیائے ہستی قارون کند گدا را

خوبان پارسی گو بخشندگان عمراند
ساقی بشارت دہ پیران پارسا را

حافظ بخود نپوشید این خرقہ مے آلود
اے شیخ پاکدامن معذور دار ما را

زیب النساء نے اسکے مقابلہ میں جو غزل کہی ہے وہ بھی ہدیہ ناظرین ہے غور سے پڑھیں۔

غزل زیب النساء

غم میکند فزونی اے دوستان خدارا
شاید نہفتہ ماند این راز آشکارا

ما را چو موم بگداخت این آتش محبت
تا چند باشدت دل در سینہ سنگ خارا

مردیم گردش فلک رحمے نکرد بر ما
تا کے توان بدشمن ما حیلہ ہاں خدارا

مستی و تنگدستی بدنام خلق سازد
با طرز شہ چہ نسبت درویش بینوا را

کشتی عمر بشکست در بحر نا امیدی
مشکل کہ باز بینیم دیدار آشنا را

حاصل نشد چو کامے از تیر تدبیر
تدبیر را فگندم گردن نہم قضا را

بگذشت موسم گل شد نالہائے بلبل
تا کے شراب مستی یا ایہا السکارا

گر رفت در غم یاران ذخیرہ عمر
باشد کہ گردش چرخ فرصت دہد شما را

در فناء زمانہ بکشا و چشم بنگر
در نامۂ سکندر احوال ملک دارا

یاران بزم عشرت مخفی دکوئے بخت
با عافیت چہ کار است در دولتی بنوا

اب ہم دیوان مخفی کی دو تین غزلیں بطور نمونہ نقل کر کے زیب النساء کی باقی داستان کو ختم کرتے ہیں

غزل (۱)

اے ز ابر رحمت خرم گل جستان ما
گفتگو حرف عشقت مطلع دیوان ما

با بموئے ما انا الحق گو ز شوق دار شد
تشنہ خون محبت ظاہر و نہان ما

العطش گویان بکشتی فنا بر گوشۂ
صد ہزاران نوح غرق موجہ طوفان ما

گر قبول افتد ز ما در زندگی بگو نیاز
چون سلیمان سر بپیچد دیوان فرمان ما

قطرہ اشکے نیاید رہ بر دی باد گر
خون چون شد گہر بر سر ہر مژگان ما

در شکیبائی چون ایدل آہ و نالہ ساز
نیست چون درمان پذیر این درد بیدرمان ما

گر ز ظلمت ہوس بیرون نہم مخفی قدم
رہ نیابد خضر سوئے چشمۂ حیوان ما

غزل دیگر

گرچہ من لیلی اساسم دل چو مجنون در نواست
سر بصحرا میزنم لیکن در زنجیر پاست

بلبل از شاگردیم شد ہمنشین گل بباغ
در محبت کاملم پروانہ ہم شاگرد ماست

در نہان خونیم ظاہر گرچہ رنگ نازیم
رنگ من در من نہان چون رنگ در برگ حناست

بسکہ یارم بیرون انداختم بیرون زگار
جامہ تیلی کرو انیک بین کہ لیشت لودہ ناست

دختر شاہم ولیکن رو بفقر آوردہ ام
زیب و زینت بس ہمینم نام من زیب النساست

غزل دیگر

اے کہ از زلف سیاہ بر رخ نقاب انداختی
آتشے در سینہ جہان کباب انداختی

بیقرار آن موج سیماب رخت و روان
عکس رخسارت مگر بہ روئے آب انداختی

از نگاہت آب مے خاصیت آتش گرفت
خوش نگاہے دلبرا نے از شراب انداختی

تا چراغ گل ز عکس شمع رخ افروختی
بلبل و پروانہ را در اضطراب انداختی

در دل ویران من تخم محبت کاشتی
چشم معموری برین ملک خراب انداختی

راہ خواہم زد خیالت در لباس شبروی
از خیال صد خلل در کار خواب انداختی

پرتو رخسار خورشید عالم گیر شد
سایہ تا میل ہما بر آفتاب انداختی

معصیت دادی ز غفلت خرمن طاعت بباد
در خطاہا عاقبت بہر ثواب انداختی

گشت مخفی عاقبت سیل سرشک از موجہا
کشتی امید را در موج آب انداختی

رحلت

آخیر دم تک شہر دہلی میں ہی اقامت گزین رہی سنہ ۱۱۰۳ھ شام کو بالکل بخیر و عافیت سوئی تھی۔ رات کے وقت پیاس معلوم ہوئی۔ خادمہ نے پانی دیا صبح کو بخار چڑھ آیا۔ سات روز بیمار رہی اور روز آٹھوین عالم جاودانی کی طرف سدھاری انا للہ وانا الیہ راجعون۔ محی الدین اورنگ زیب نے اسکو بموجب وصیت کے نوان کوٹ متصل لاہور کے مقبرہ میں دفن کیا۔ ایک باغ اور مقبرہ اسنے اپنے خاص اہتمام سے تیار کرایا تھا۔ کسی شاعر نے اسکی بہت عجیب تاریخ وفات لکھی ہے۔

آہ زیب النساء بحکم قضا
ناگہان از نگاہ مخفی شد

منبع علم و فضل و حسن و جمال
ہمچو یوسف بچاہ مخفی شد

سال تاریخ آخر جستم
گفت ہاتف کہ ماہ مخفی شد

اسکے خلاف مرزا حیرت کا یہ قول بہت دوا معلوم ہوتا ہے۔ کہ جب وہ انتقال کرنے

لگی - تو اس نے یہ وصیت کی تھی - کہ ہرگز میری قبر نہ بنائی جائے اور صرف کچا حصہ بنا کر چھوڑ دیا جائے گویہ شعر اسی کا ہو ؎

اغنیا سازند گنبد از طلا و نقرہ زر | بر سر گور غریبان گنبد گردوں بس ست

اس سے یہ لازم نہیں آتا - کہ اس نے اپنا مقبرہ نہ بنوایا تھا - اس شعر میں مقبرہ بنانے کے خلاف رائے ظاہر کیگئی ہے - لیکن شاعرانہ طور پر ایک رائے ظاہر کرنا ایک اور بات ہے - اور عملی طور پر اسکو پورا کرنا ایک اور بات ہے -

باغ مذکورہ کے نصف حصہ میں نواں کوٹ آباد ہے - جو سوبھا سنگھ حاکم لاہور کے وقت میں اسکے ایک اہلکار محکم دین نامی آرائیں نے آباد کیا ہے اس نے سنگ مرمر کے حوضوں اور فواروں کے پتھر اکھڑوا کر باغ کا ستیاناس کر دیا - گو مقبرہ بدستور رہنے دیا - لیکن دست برد زمانہ سے وہ بھی محفوظ نہیں رہا - اب اسقدر بوسیدہ ہو رہا ہے - کہ اگر کچھ مدت تک مرمت نہ کیگئی تو عنقریب ہندوستان کی بے نظیر شاعرہ اور باکمال عورت کا کوئی نشان ظاہری باقی نہ رہیگا

تمام شد